مُسلمان خواتین

کے

دینی اور علمی خدمات

پروفیسر سید محمد سلیم

ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان

مسلمان خواتین
کی
دینی اور علمی خدمات

ادارہ تعلیمی تحقیق تنظیم اساتذہ پاکستان

نام کتاب	مسلمان خواتین کی دینی اور علمی خدمات
مصنف	پروفیسر سید محمد سلیم
اشاعتِ اوّل	نومبر ۱۹۸۶ء
اشاعتِ ثانی	نومبر ۱۹۸۹ء
تعداد	ایک ہزار
قیمت	۱۵ روپے

مہر محمد سعید اختر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
ادارہ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان، ۸۔ اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

باب اوّل

دینی علوم

بابِ دوئم

معاشرتی علوم

بابِ سوئم

رفاہی ادارے و خدمتِ خلق

باب چہارم

عادات و اخلاق

طبع ثانی

اللہ تعالیٰ کا کرم اور احسان ہے کہ اس کتاب کو اہلِ علم نے اور عام افراد نے پسند فرمایا۔ ایک سال کے اندر اس کے نسخے ختم ہو گئے۔ اور اس کی طلب جاری رہی۔ اب اس کی دوسری مرتبہ اشاعت ہو رہی ہے۔

اس مرتبہ کتاب پہ اچھی طرح نظرِ ثانی کی گئی ہے اور مناسب اضافے کئے گئے ہیں۔ ترتیب بھی بہتر بنا دی ہے۔ اب کتاب زیادہ بہتر انداز میں پیش ہو رہی ہے۔

بیدہ التوفیق

محمد سلیم

اچھرہ لاہور

مارچ ۱۹۸۹ء

حرفِ آغاز

آغازِ اسلام سے مسلمان مرد اور مسلمان خواتین تحصیلِ علم اور اشاعتِ علم میں مشغول نظر آتے ہیں۔ جس طرح صحابہ اور تابعین علم کی مسند بچھائے درس و تدریس میں منہمک نظر آتے ہیں۔ اسی طرح صحابیات اور تابعیات بھی درس و تدریس میں مصروف نظر آتی ہیں۔

تعلیم کے میدان میں جس طرح مسلمان مردوں نے کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ اسی طرح مسلمان خواتین نے بھی علمی کارنامے انجام دیئے ہیں۔ جہاں علماء کے شاندار کارناموں کے تذکرے ہیں۔ وہاں عالمات کے کارنامے بھی تذکروں میں محفوظ ہیں۔ عام طور پر ان تذکروں کے آخر میں ایک حصہ خواتین کے ذکر کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔ خواہ یہ تذکرے علماء کے ہوں یا شعراء کے۔ اس لیے تاریخِ اسلام میں بزرگ خواتین کے نام بھی زندہ ہیں۔ بیشتر تذکرے عربی اور فارسی زبانوں میں ہیں۔ جن سے جدید نسل ناواقف ہے ادھر چند کتابیں خواتین کی تعلیم سے متعلق اردو زبان میں شائع ہوئی ہیں۔ مگر ان کا دائرہ کار محدود ہے۔ ان میں عالمِ اسلام کی وسیع اور درخشاں تاریخ سے کمتر استفادہ کیا گیا ہے۔

" اسلامی تہذیب کی پروردہ خواتین کیسی ہوتی تھیں یہ بات اب کتابوں میں ہی میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس لیے کہ مغربی تہذیب کی یلغار نے وہ سانچے ہی توڑ ڈالے جہاں

سے یہ پاک باز اور پاک نہاد خواتین ڈھل ڈھل کر نکلتی تھیں۔"

شرفائے بنگال کی نمائندہ بیگم شائستہ سہروردی اکرام اللہ نے "نیک بیبیاں" لکھ کر ان خواتین کی عکاسی کی ہے۔ وہ لکھتی ہیں۔

" وہ پاک باز نیک نہاد بیبیاں جن کے دامن پر فرشتے نماز پڑھتے تھے وہ اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئیں۔ میری آنکھیں ان کی مقدس صورتیں دیکھنے کو ترستی ہیں۔ میرے کان ان کی شیریں آواز سننے سے محروم ہیں۔ میں اپنی بچیوں کو دکھا بھی نہیں سکتی کہ ہماری تہذیب کے جواہر پارے کیا تھے۔ ہماری طرز معاشرت کا شیرازہ بکھرنے سے پیشتر ہماری خواتین کون کون سی قدروں کی حامل اور کن کن خوبیوں کا نمونہ تھیں۔"

سب سے زیادہ حسرت اس بات کی ہے کہ آئندہ ایسی ہستیاں پیدا نہ ہوں گی۔ وہ ماحول ہی باقی نہ رہا جس کی وہ تخلیق کردہ تھیں۔ اور وہ سانچہ ہی ٹوٹ گیا جس میں ان کے کردار ڈھالے گئے تھے۔"

"مگر افسوس آج کل کی لڑکیاں اس نعمت سے محروم ہیں۔ وہ سیکھیں تو کس سے سیکھیں اور سیکھیں تو کیا سیکھیں۔ ان کے گرد و پیش کیا نمونے ہیں اور ہمارے سامنے کیا تھے۔ یہ بیچاریاں اگر غلط راہ پر چل رہی ہیں تو اس میں ان کا قصور نہیں ہے۔ ان کو سیدھا راستہ دکھانے والا کون ہے؟ انہیں کیا خبر ہماری اپنی قدریں کیا تھیں۔ انہیں یہ بات معلوم ہی نہیں کہ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ شریف زادیوں کے لیے بے حجابی معیوب اور کنواری لڑکیوں کے لیے زیبائش حسن ممنوع تھی۔"

" میرا دل چاہتا ہے کہ ان مٹی ہوئی صورتوں کی ایک جھلک انہیں دکھا دوں۔ اس غرض سے میں یہ مختصر خاکے لکھ رہی ہوں۔"

مصنفّ کی غرض بھی اس کتاب کے لکھنے سے یہی ہے کہ اسلامی تہذیب کی علم بردار خواتین کے کردار و گفتار و اعمال کی ایک جھلک قدرے وسیع تناظر میں عوام الناس کے سامنے

پیش کرے۔ ظاہر ہے ایک مختصر سی کتاب میں صرف جھلکیاں ہی دکھائی جا سکتی ہیں۔ مثالیں عالمِ اسلام اور ہند و پاکستان دونوں جگہ سے لی گئی ہیں۔

اس ضرورت کا احساس تو بہت پہلے ہو چکا تھا۔ حال ہی میں تنظیم اساتذہ پاکستان کے اندر شعبہ خواتین اساتذہ قائم ہوا ہے۔ اس وقت سے اس قسم کی ایک کتاب کی ضرورت زیادہ بڑھ گئی۔ "مثالی اساتذہ" کی اشاعت کے بعد سے بعض احباب کا تقاضا تھا کہ خواتین کی علمی سرگرمیوں کا تعارف بھی اس انداز پر کرانا چاہیئے۔ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے راقم نے یہ کتاب لکھی ہے۔

رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ/مئی جون ۱۹۸۵ء کے مبارک مہینہ میں راقم اپنے گھر پر فارغ بیٹھا تھا۔ اسی زمانہ میں اس کتاب کی تسوید عمل میں آئی۔ خداوند کریم سے ملتجی ہوں کہ وہ اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے

وما توفیقی الا باللہ

محمد سلیم

نواب شاہ۔

۱۵ر رمضان المبارک (۵ر جون ۱۹۸۵ء)

عورت کی حیثیت مختلف مذاہب میں

اسلام کے اندر عورت کی حیثیت اور مقام بیان کرنے سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی تہذیبوں اور مذاہب نے جو مقام عورت کو دیا ہے اس کو بیان کیا جائے۔ تاکہ تقابلی انداز میں اسلام کے موقف کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

اسلام سے قبل ساری دنیا میں عورت ذلیل و خوار تھی۔ ہر جگہ اس کی تحقیر کی جاتی تھی۔ عورت کے متعلق مختلف معاشروں میں نہایت پست خیالات رائج تھے۔ اس کو انسان سے فروتر سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے اس کو انسانی حقوق حاصل نہیں تھے۔ وہ نہ خود کوئی فیصلہ کر سکتی تھی نہ کسی جائیداد کی مالک بن سکتی تھی۔ وہ ایک بے کس، بے سہارا مخلوق تھی۔

مصری تہذیب

زلیخا کی شرارت جب ثابت ہو گئی تو اس کے شوہر نے یہ جملہ کہا "یہ تم عورتوں کی چالاکیاں ہیں"۔ اس جملہ سے اس قدیم مصری معاشرہ میں عورتوں کے متعلق جو خیالات رائج تھے، ان کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

ہندومت

"عورت کو وید مقدس پڑھنے کی اجازت نہیں۔" منوسمرتی

"وہ گنہگار ہے۔ دوسرے جنم میں وہ یا تو ویش (بنیا) یا شودر (بھنگی چمار) کی صورت میں پیدا ہوگی"۔ بھگوت گیتا

"ڈھور، شودر، مورکھ (احمق) اور ناری (عورت) پٹنے کے لیے پیدا ہوتے ہیں"۔ رامائن۔ تلسی داس

شوہر کے مرنے کے بعد عورت کی زندگی اجیرن ہو جاتی تھی۔ وہ زندگی کے مقابلہ میں موت کو پسند کرتی تھی۔ اس لیے شوہر کے ساتھ ہی جل مرتی تھی۔ اس کو "ستی ہونا" کہتے تھے۔

بدھ مت

"جس طرح مچھلی گہرے سمندر میں چلی جاتی ہے، اتنی ہی گہری عورت کی چالیں ہیں۔ وہ ایسی ڈاکو ہے جس کے بہت سے مکر ہیں۔ جس کے یہاں سچ جھوٹ ہے اور جھوٹ سچ ہے۔ عورت نروان (نجات) حاصل نہیں کر سکتی"۔ اقوال بدھ

یونان

یونانیوں کی دیومالا میں پنڈورا (PINDORA) ایک عورت تھی۔ تمام مصائب اور آلام دنیا میں اس کے ذریعے سے پھیلے ہیں۔ ساری برائیوں کی وہ ذمہ دار ہے۔ یونان میں عورتیں حرم سرا میں مقفل بند رہتی تھیں۔

مجوسیت

مجوسیت میں عورت ایک شہوانی کھلونا تھی۔ باپ بیٹی سے اور بہن سے بھی

شادی کر سکتا تھا۔ سکندر یونانی کا مدِمقابل دارا (۳۳۰ ق م) اپنے باپ بہمن کا بیٹا بھی تھا اور نواسہ بھی تھا۔ عورت کا تقدس بُری طرح پامال تھا۔

مزدکیت

مزدک (۴۸۸ء) نے ایران میں ایک نیا مسلک جاری کیا تھا۔ جس میں زر زمین اور زن کو مشترک قرار دے دیا تھا۔ عورت ہوس رانی کا کھلونا بن گئی تھی۔ طاقتور افراد کے درمیان جنگ ہوتی تھی۔ غیر معمولی فساد رونما ہوا۔
یہ مانی کے خلاف ردِ عمل تھا۔

یہودیت

انسان اوّل حضرت آدم علیہ السلام کو شیطان نے عورت (حوا) کی وساطت سے ورغلایا تھا۔ اور جنت سے نکلوایا تھا۔ اس لئے یہودیوں کے نزدیک پہلا گناہ عورت سے سرزد ہوا۔ اس کی پاداش میں نسل انسانی کو دنیا میں بھیجا گیا۔ واضح رہے کہ قرآن مجید کے بیان کے مطابق شیطان نے دونوں کو بہکایا تھا۔

مسیحیت

مسیحیت کے ایک مقدس سینٹ (ولی) ٹرٹولین (۲۲۰-۱۶۰ء) فرماتے ہیں:
"تم جانتی ہو تم حوا کی اولاد ہو، تم پر خدا کی لعنت ہو، تم شیطان کا دروازہ ہو۔ تم نے آدم کو شجرِ ممنوعہ دکھایا تھا۔ تم نے سب سے پہلے احکامِ خداوندی کی نافرمانی کی۔ تم نے آدم کو گناہ کی ترغیب دلائی۔ تمہارے گناہ کے باعث "ابن اللہ" کو پھانسی پر چڑھنا پڑا۔"
مسیحیت کے دوسرے مقدس ولی پوپ گریگوری (۶۰۴-۵۹۰) فرماتے ہیں۔

"اژدہا بڑا خطرناک ہے۔ لومڑی بڑی چالاک ہے۔ مگر عورت
ان دونوں سے بڑھ کر ہے"۔

نیقیہ کی کونسل (۳۲۵ء) میں مسیحی علماء اور پادری جمع ہوئے تھے۔ وہاں انہوں نے فیصلہ صادر کیا کہ عورت انسانیت سے فروتر ہے۔ اس کی فطرت داغدار ہے۔

قرونِ وسطیٰ میں عورت خود مختار اور جداگانہ شخصیت کی حامل نہیں تھی۔ وہ کسی شے کی مالک نہیں بن سکتی تھی۔ بلکہ وہ خود زندگی بھر مرد کی مملوکہ رہتی تھی۔ شادی سے قبل وہ باپ کی شخصیت کا ضمیمہ رہتی تھی۔ اور مس جانسن کہلاتی تھی۔ شادی کے بعد وہ شوہر کی شخصیت کا ضمیمہ بن جاتی تھی۔ موجودہ دور میں اگرچہ مملوکیت کا تصور باقی نہیں رہا ہے لیکن آج بھی وہ نام تبدیل کرتی رہتی ہے جو سابقہ حقیقت کی غمازی کر رہا ہے۔

ازدواجی زندگی سے نفرت

اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کے تسلسل کے لیے تولید انسانی کا وظیفہ عورت کے سپرد کیا ہے۔ بعض مذہبی رہنماؤں کے نزدیک یہ وظیفہ ہی قابلِ مذمت قرار پایا وہ ازدواجی زندگی کو ہی قابلِ مذمت اور قابلِ نفرت قرار دیتے ہیں۔

ہندومت

ہندوؤں کے نزدیک دنیا پاپ (گناہ) کا گھر ہے۔ اس لیے جس حد تک ممکن ہو دنیاداری سے اجتناب کیا جائے۔ ہندو مذہب میں روحانی زندگی کا تقاضا یہ ہے کہ مرد عورت کے قریب نہ جائے۔ اس لئے سادھو سنیاسی تجرد

کی زندگی گزارتے ہیں۔

بدھ مت

مہاتما بدھ نے حکومت اور گھر بار چھوڑ کر فقیری اختیار کی تھی۔ مذہبی زندگی کے لیے تجرد کی زندگی ضروری ہے۔ بھکشو اور بھکشن ازدواجی زندگی سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں۔ تبت میں یہ طریقہ بہت عام ہے۔

مانی کا مذہب

مانی ۲۷۶-۲۱۵ء میں ایران میں ہوا ہے۔ اس کے مذہب کے مطابق مذہبی زندگی کے لیے ترک دنیا اور ترک ازدواج ضروری ہے۔ وہ عورتوں سے نفرت کرتے تھے۔ یہ مجوسی اباحیت کے خلاف ردِّ عمل تھا۔ مانی کو قباخر نے ۲۷۶ء میں قتل کرا دیا۔

مسیحیت

مسیحی پادریوں کی ایک کانفرنس SYNOD OF ALVIRA ہسپانیہ میں ۳۰۵ء میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں پادریوں کے لیے اور ننوں کے لیے مجرد زندگی گزارنا لازمی قرار دیا گیا۔ کیتھولک مذہب کے لوگ آج بھی اس پر عمل پیرا ہیں۔

مغربی تہذیب

موجودہ یورپ نے مسیحیت کو بلکہ مذہب کو ہی رد کر دیا ہے اور لادینیت

کا مسلک اختیار کر لیا ہے۔ انہوں نے عورت کو آزادی دے دی ہے۔ اب عورت ہر طرح مرد کے مساوی ہے۔ اس مساوات کی حقیقت پر غور کرنا چاہیئے۔ قدرت نے عورت کو تولید انسانی اور پرورش انسانی کے نہایت اہم وظیفے سپرد کئے ہیں۔ وہ آج بھی عورت ہی ادا کرتی ہے۔ کوئی مرد ان کاموں میں عورت کا ہاتھ بٹا نہیں سکتا۔ قدرت نے مرد کو خارجی امور سپرد کئے ہیں۔ اور اس طرح عورت مرد میں فرائض زندگی کی تقسیم مساوی کی ہے۔ مغربی مرد نے مساوات کا نعرہ لگا کر عورت کو گھر سے باہر نکال لیا اور ملازمت اور کاروبار میں اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ خارجی معاملات میں عورت اب مرد کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ اس طرح عورت پر ڈیڑھ حصہ بوجھ کا آپڑا اور مرد کے حصہ میں آدھا حصہ بوجھ کا رہ گیا۔ جبکہ سابقہ قدرتی تقسیم میں عورت اور مرد پر مساوی ذمہ داری تھی۔

اسلام میں عورت کی حیثیت

ساری دنیا میں جب عورت کی یہ حالت تھی اس وقت اسلام نے آکر عورت کو قعرِ مذلت سے نکال کر اوجِ ثریا پر پہنچا دیا۔ اس نے عورت کے متعلق معاشرہ میں رائج تمام پست افکار و تصورات کی تردید کر دی۔ بحیثیت انسان اسلام نے مرد اور عورت کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی۔ دینی درجات اور مراتب حاصل کرنے کے لیے دونوں کے سامنے یکساں میدانِ عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے۔

"بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں،
مومن مرد اور مومن عورتیں
فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں

راست باز مرد اور راست باز عورتیں
خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں
خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں
روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں
شرمگاہوں کی حفاظت کرنیوالے مرد اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنیوالی عورتیں
خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتیں
ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔"

(احزاب : ۳۵)

آخرت میں اجر و ثواب پانے کے نقطہ نظر سے عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ معاشرہ میں اسلام نے عورت کو مستقل بالذات شخصیت عطا کی۔ عورت کسی مرد کا ضمیمہ نہیں ہے۔ شادی سے قبل بھی وہ عائشہ اور فاطمہ رہتی ہے اور شادی کے بعد بھی وہ عائشہ اور فاطمہ رہتی ہے۔ وہ اپنا تعارف عائشہ زوجہ محمدؐ سے نہیں کراتی بلکہ عائشہ بنت ابی بکر سے کراتی ہے۔ وہ فاطمہ زوجہ علی سے نہیں کراتی بلکہ فاطمہ بنت محمدؐ سے کراتی ہے۔ مرد اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے اور عورت اپنے اعمال کی ذمہ دار ہے۔ فرعون خدا کا باغی تھا وہ دوزخ میں جائے گا۔ اس کے گھر میں زندگی گزارنے والی آسیہ خدا کی فرماں بردار بندی تھی وہ جنت میں جائے گی۔

ڈیڑھ ہزار سال قبل اسلام نے عورت کو باپ کے ترکہ میں سے ورثہ دلایا۔ اور عورت کو ذاتی ملکیت رکھنے کا حق عطا کیا۔ معاشرہ میں عورت کی تین حیثیتیں ہیں۔ ماں، بیوی اور بیٹی۔ تینوں حیثیتوں سے وہ معزز و محترم ہے۔ ماں کی حیثیت۔ اسلام کہتا ہے کہ ماں کے پیروں کے نیچے جنت ہے۔

بیوی کی حیثیت۔ اسلام کہتا ہے کہ تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو اپنی

بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے۔

بیٹی کی حیثیت ۔ اسلام کہتا ہے بیٹی کی اچھی تربیت کرنے والے والدین جنت میں جائیں گے۔ معاشرہ میں عورت کا کیا مقام ہے اس کا اندازہ امیر معاویہ کے اس قول سے ہوتا ہے۔ النساء یغلبن الکرام ویغلبھن اللئام۔

عورتیں شریف مردوں پر غالب رہتی ہیں اور کمین مردوں سے مغلوب رہتی ہیں۔ جسمانی تخلیق میں قدرت نے مرد اور عورت کے اندر تھوڑا سا فرق رکھا ہے۔ اس کی وجہ سے معاشرتی زندگی میں مرد اور عورت کے دائرے کار مختلف مقرر کئے ہیں۔ عورت کو گھر کے اندر کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ جہاں وہ تولیدِ انسان اور پرورش انسانی کے اہم فرائض انجام دیتی ہے۔ مرد کو گھر کے باہر کی ذمہ داری دی ہے۔ وہ رزق حاصل کرنے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ عورت اور مرد کے درمیان یہی حقیقی مساوات ہے۔ اس کے علاوہ جو طریقے انسان نے تجویز کئے ہیں ان میں عورت پر بار بڑھ جاتا ہے۔ اور مرد پر ہلکا ہو جاتا ہے۔

باب اوّل

دینی علوم

تعلیمی تحریک

عرب میں اسلام سے قبل تعلیم و تدریس کی کوئی روایت موجود نہ تھی۔ عرب میں تعلیم کی تحریک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمائی ہے۔ پہلی وحی جو آپؐ پر نازل ہوئی تھی اس میں پڑھنے کا ذکر ہے (اقرأ باسم ربک الذی خلق) اور دوسری وحی جو آپؐ پر نازل ہوئی اس میں قلم اور لکھنے کا ذکر ہے (ن والقلم وما یسطرون)

اس لیے لکھنا پڑھنا اسلامی تہذیب کا خاص امتیاز ہے۔ آپؐ نے مردوں اور عورتوں پر علم کا حاصل کرنا فرض قرار دیا۔ حتیٰ کہ لونڈیوں اور کنیزوں کے مالکوں کو آپؐ نے ترغیب دی کہ ان کو زیورِ علم سے آراستہ کریں۔

عمومی تعلیم کی یہ وہ تحریک تھی جس نے سارے عرب کو ایک مدرسہ میں تبدیل کر دیا تھا۔ ہر جگہ تعلیم و تعلم، درس و تدریس کا چرچا رہتا تھا۔ اس تحریک نے ایک قلیل سی مُدت میں آبادی کے غالب حصہ کو، مردوں اور عورتوں کو خواندہ اور تعلیم یافتہ بنا دیا تھا۔ آج کے متمدن دور میں بڑی بڑی حکومتیں عظیم الشان ذرائع اور وسائل کے ساتھ اور مربوط منصوبہ بندی کے ساتھ عمومی تعلیم کی تحریک جاری کرتی ہیں۔ پھر بھی ان کو خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ حالانکہ تنظیم اور مادی وسائل کے اعتبار سے مدینہ کی اسلامی ریاست موجودہ متمدن اور مہذب ریاستوں کے مقابلہ میں ہیچ نظر آتی ہے۔

مورخین عالم اسلام کی سرعت فتوحات پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے ہیں۔ اسلام کی عمومی تعلیم کی تحریک کی سرعت رفتار پر انہیں اس سے زیادہ حیرت کا اظہار کرنا چاہیئے۔

کرنا چاہیئے۔ جس نے قلیل سی مدت میں سارے عرب کو خواندہ بنا دیا۔

خواتین کی تعلیم کیلئے ترغیب

جس طرح تعلیم حاصل کرنا مردوں کے لیے ضروری ہے۔ اسی طرح عورتوں کو بھی ضروری ہے۔ خواتین کی تعلیم کے سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی یہ ہیں۔

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ (ابن ماجہ)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

فتعلموھن وعلموھن نساءکم (دارمی)

سورہ نور کی ابتدائی آیات اور آیت الکرسی کے متعلق آپ نے فرمایا — تم خود بھی انہیں یاد کرو اور عورتوں کو بھی سکھاؤ۔

ارجعوا الی اھلیکم فاقیموا فیھم وعلموھم ومروھم (بخاری)

اب تم اپنے گھروں کو واپس جاؤ، اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ رہو، اِن کو دین کی تعلیم دو اور اِن سے احکامِ دینی پر عمل کراؤ۔

ایما رجل کانت عندہ ولیدۃ فعلمھا فاحسن تعلیمھا وادبھا فاحسن ادبھا ثم اعتقھا وتزوجھا فلہ اجران (بخاری)

جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اُس کو بہترین تعلیم دے اور بہترین آدابِ زندگی سکھائے، پھر اس کو آزاد کر دے اور خود ہی اس کے ساتھ شادی کر لے تو ایسے شخص کو دوہرا ثواب ملے گا۔ تعلیم اور آداب سکھا کر پہلے باندی کا معیارِ علم بلند کرے اور پھر خود ہی اس سے شادی کر لے یعنی اس کا معاشرتی معیار بلند کر دے تو اس نیکی پر اللہ تعالیٰ اس کو دوہرا ثواب دے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تبلیغی پروگرام میں خواتین کی تعلیم کے لیے

ایک دن مخصوص کر دیا تھا۔ اس دن صرف خواتین آپؐ کی خدمت میں آتی تھیں اور ہر قسم کے سوالات دریافت کرتی تھیں۔ حضور اکرمؐ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی خواتین کی تعلیم میں خصوصی دلچسپی لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساری اسلامی مملکت میں مراسلہ جاری فرمایا تھا

علموا نساءکم سورۃ النور۔

اپنی خواتین کو سورۂ نور کی تعلیم دو۔ اس لیے کہ اس میں خانگی اور معاشرتی زندگی کے متعلق بہت سے احکام ہیں۔ (تفسیر قرطبی، ص: ۱۵۸)

خواتین اور کتابت:

اسلام کی ابتدائی صدیوں میں لکھنے اور پڑھنے کے سلسلہ میں عورت اور مرد کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہوتی تھی۔ خواتین لکھتی اور پڑھتی تھیں۔ کتابیں تصنیف اور تالیف کرتی تھیں جب بیت المقدس اور شام کے علاقہ میں عیسائی صلیبیوں کی حکومت قائم ہوگئی (۵۸۳ - ۴۹۳ھ) تو بڑا اخلاقی فساد رونما ہوا۔ اس وقت کے محتسب عبدالرحمان شیرزی نے بہ نظرِ احتیاط خواتین کے لیے تحریر وکتابت کی ممانعت کر دی۔ (نہایت المرتبہ فی طلب الحسبہ۔ عبدالرحمان شیرزی، ص ۱۶۲۔ منقول از نظریۃ التربویہ الاسلامیہ عرسان گیلانی ص ۱۸۲)

جب عالمِ اسلام پر کافر منگولوں کا غلبہ حاصل ہوگیا تو عورتوں کی عصمت وعفت خطرہ میں پڑ گئی۔ تو بہ نظرِ احتیاط بعض علماء نے عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا پسند نہ کیا اور خواتین کی تعلیم کو بھی پسندیدہ نہ سمجھا۔

ملا علی قاری ہروی ۱۰۱۰ھ نے فتویٰ دیا۔

الکتابۃ جائزۃ السلف دون الخلف لفساد النسوان فی ھذا الزمان۔

عورتوں کو لکھنا سکھانا پہلے زمانہ میں جائز تھا لیکن اب عورتوں میں فسادِ اخلاق پیدا ہو چکا ہے اس لیے اب لکھنا سکھانا ناجائز ہے۔

یہ فتویٰ احتیاط کے نقطۂ نظر سے تھا مگر متاخرین علماء نے اس پر سختی سے عمل کیا۔ وہ لوگ اس سلسلہ میں ایک حدیث کا بھی سہارا لیتے ہیں۔

لا تعلموھن الکتابۃ (بیہقی) ــــــ خواتین کو لکھنا نہ سکھاؤ۔

گزشتہ صدی میں ہندوستان میں عورتوں کی تعلیم اور کتابت کا مسئلہ شدت سے ابھر کر سامنے آیا۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی فرنگی محلی متوفی (۱۳۰۵ ۱۸۸۶) نے اس سلسلہ میں بصیرت افروز مجتہدانہ فتویٰ صادر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ بیہقی والی حدیث تو درست نہیں ہے البتہ مستند حدیث میں یہ بات ملتی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ایک صحابیہؓ سے کہا۔ تم حفصہؓ کو اس طرح لکھنا بھی سکھا دو جس طرح تم نے انہیں نملہ (پھنسیوں) کی پھونک سکھائی ہے۔ یہ حدیث بالکل واضح ہے اور آج تک ہر صدی میں خواتین صاحبِ تصنیف گزری ہیں۔ اگر کسی مباح کام سے کوئی شخص غلط مقصد حاصل کرتا ہے تو وہ غلط کام ناجائز ہوگا نہ کہ فعلِ مباح اُس وقت تو اس فتویٰ کے خلاف بعض حلقوں میں چہ می گوئیاں ہوئیں لیکن بالآخر مولانا عبدالحئی کے فتویٰ کو سب لوگوں نے تسلیم کر لیا۔

اشاعتِ علم اور صحابیات :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

تمام ازواجِ مطہرات نے مشکوٰۃ نبوت سے فیض حاصل کیا تھا۔ پھر تمام ازواجِ مطہرات ہی اشاعتِ دین اور ترویجِ علم میں مشغول رہیں۔ تمام ہی ازواجِ مطہرات سے رسول اللہؐ کی احادیث منقول ہیں۔ کسی سے کم، کسی سے زیادہ۔ مگر ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ بلند ہے۔

حضرت عائشہؓ علوم دینی میں ماہر تھیں۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ، کی خلافت کے زمانہ میں مسائل بیان کرتی تھیں اور فتوے دیتی تھیں۔ خود حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بعض امور میں ان کی رائے دریافت کرتے تھے۔ بعض خاص معاملات میں ان سے دریافت کرتے تھے کہ کیا اس سلسلہ میں آپؓ کے پاس کوئی حدیث ہے۔ عام صحابہ قرآن، حدیث اور فقہ کے مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے وہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر ان کے سوالات کے جوابات دیتی تھیں۔ اشاعتِ علم کے لیے انہوں نے اپنے گھر میں مدرسہ کھول لیا تھا جہاں وُہ بچیوں کو تعلیم دیتی تھیں۔ ان سے علوم کی روایت کرنے والے عام طور پر ان کے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ ہیں اور ان کے بھانجہ عروۃؓ بن الزبیر۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے بیٹے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابنِ عباس کے بعد سب سے زیادہ احادیث حضرت عائشہؓ نے بیان کی ہیں۔

دینی علوم کے علاوہ، اشعارِ عرب، انسابِ عرب، طبِ عرب کی بھی ماہر تھیں۔ یہ علوم انہوں نے اپنے والد حضرت ابو بکرؓ سے سیکھے تھے۔

۹ سال کی عمر میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شادی ہوئی تھی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں وہ بیوہ ہوگئیں۔ ۵۷ھ میں ان کا انتقال ہوگیا

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا

آپ سن رسیدہ خاتون تھیں، سن دو ھجری میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا عقد ہوا۔ اسلامی علوم میں ان کا درجہ بلند ہے۔ انہوں نے گھر پر ایک مدرسہ کھول لیا تھا جس میں قرآن، فنِ قرأت، تفسیر، حدیث کی وہ تعلیم دیتی تھیں۔ ان کے مدرسہ سے فارغ ہو کر بعض لوگ بڑے عالم ہوئے۔ فنِ قرأت میں اہلِ مدینہ کے امام حضرت شبیہ بن نصاح ہیں۔ یہ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ ان کی ساری تعلیم و تربیت حضرت امِّ سلمہؓ نے کی تھی۔ اہلِ مدینہ نے ان سے فنِ قرأت کا فیض حاصل

کیا تھا۔ مدینہ کے دوسرے بڑے قاری نافع مولیٰ ابن عمرؓ ہیں۔ نافع غلام تو حضرت عبداللہ بن عمر کے تھے مگر قرأت کی تعلیم انہوں نے حضرت ام سلمہؓ سے حاصل کی تھی۔ اس طرح اہلِ مدینہ میں فنِ تجوید اور قرأت کا فیضان حضرت ام سلمہ کے ذریعے پھیلا ہے۔

اِن کے گھر میں ایک باندی تھی جس کا نام خیرہ تھا۔ خیرہ کی تعلیم و تربیت بھی حضرت امّ سلمہؓ نے کی تھی۔ حضرت خیرہ مولاۃ امّ سلمہ بڑی فاضلہ خاتون تھیں۔ وہ عورتوں کو گھر پہ جمع کرتیں اور پھر ان کو وعظ و نصیحت کرتیں۔ اپنے دور کی وہ مشہور واعظہ خاتون تھیں اور یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اسی خیرہ کے صاحبزادے مشہور و معروف جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصری تھے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ بیوہ ہو جانے کے بعد سن تین ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آئی تھیں۔ آپؓ بڑی عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ اکثر روزے رکھتی تھیں۔ راتوں کو اُٹھ کر نمازیں پڑھتی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب قرآن مجید کو پہلی مرتبہ کتابی شکل میں مدوّن فرمایا تو اس مقدس کتاب کی امانت دار یہی خاتون تھیں۔ اِن کے عزیز رشتہ دار ان سے احادیث کی روایت کرتے ہیں۔ ۴۵ھ میں اِن کا انتقال ہو گیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

یہ بھی عمر رسیدہ خاتون تھیں جب یہ نبی کریمؐ کے نکاح میں آئیں۔ تعلیم و تربیت میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ ان کے غلام یسار تھے۔ اِن کے چار لڑکے تھے۔ عطار بن یسار، سلیمان بن یسار مُسلم بن یسار اور عبدالملک بن یسار۔ حضرت میمونہؓ کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ یہ غلام زادے بہت بڑے عالم بن گئے۔ اِن چاروں کا شمار مدینہ کے فقہا میں ہوتا ہے۔ حضرت میمونہؓ کا سنہ ۳۸ھ

میں انتقال ہوا۔

دیگر ازواجِ مطہرات بھی اشاعت علم میں مشغول رہتی تھیں۔ ازواج کے علاوہ بعض دیگر صحابیات بھی اشاعتِ علم میں مشغول رہتی تھیں۔

زینب بنتِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

یہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی پہلے شوہر سے لڑکی تھیں۔ ان کی تعلیم و تربیت حضرت ام سلمہ نے کی تھی۔ ان کا شمار بھی فقہاء مدینہ میں ہوتا تھا۔ مشہور تابعی ابو رافع کا بیان ہے۔ " زینب بنتِ ام سلمہؓ اس زمانہ میں مدینہ کی سب سے بڑی فقیہہ خاتون ہیں۔" مختلف لوگوں نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔ امام زین العابدین بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ ۷۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

ام درداء رضی اللہ عنہا

یہ مشہور صحابیٔ رسولؐ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں۔ یہ عالمہ، عابدہ زاہدہ تھیں۔ فقیہہ اور عقل مند خاتون تھیں۔ بہت سے صحابہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ ابو درداء کے مدرسہ میں بچوں اور بچیوں کو یہ تختی لکھاتی تھیں۔ یہ لکھنا بھی خوب جانتی تھیں۔

فاطمہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا

یہ خاتون آغاز اسلام میں ہی اسلام کی دولت سے بہرہ مند ہوگئی تھیں۔ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئیں۔ بڑی صاحب کمال خاتون تھیں۔ حافظ ابن عبدالبر اندلسی ان کے متعلق لکھتے ہیں، وہ حسن و جمال کے ساتھ عقل و کمال میں بھی ممتاز تھیں۔ اسی خاتون کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد نئے امیر کو منتخب کرنے کے لیے اصحاب شوریٰ کی مجلس ان کے

گھر میں منعقد ہوئی تھی۔ بہت سے تابعین نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔

عمرہ بنت عبدالرحمان انصاریؓ

تابعیات کے زمرہ میں عمرہؓ کا درجہ اشاعتِ علم میں بہت بلند ہے۔ اِن کی تعلیم و تربیت حضرت عائشہؓ نے فرمائی تھی۔ اِس لیے یہ حضرت عائشہ کے علوم کی حافظہ اور ان کی روایات کی جامع تھیں۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز (۱۰۲ ـ ۹۹ھ) نے جب تدوین احادیث کی مہم جاری کی تو مدینہ کے عامل کو خاص طور پر حکم دیا کہ وہ عمرہ بنت عبدالرحمان کی روایات ضرور جمع کریں ۔ جو دراصل حضرت عائشہؓ کی روایات تھیں۔ ان کا انتقال ۱۰۲ھ میں ہوا ہے۔

بنی ہاشم میں حضرت عباسؓ کی زوجہ ام الفضل اور حضرت علیؓ کی بہن ام ہانی نے بھی اشاعتِ علم میں بہت زیادہ حِصّہ لیا ہے۔ اِن کے علاوہ دوسری تابعیات بھی تھیں جنہوں نے اشاعت علم میں حصّہ لیا۔

صدر اول کے بعد خواتین میں تعلیم کا ذوق عمومی انداز میں پیدا ہوگیا تھا۔ علوم کے تمام شعبوں میں خواتین نے نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ اِس لیے ہر شعبہ سے متعلق چند خواتین کا تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے اپنے شعبہ میں نام آوری حاصل کی ہے۔

خواتین کی تعلیم پاکستان اور ہندوستان میں

دینِ اسلام کی توسیع کے ساتھ ساتھ اسلام کی تعلیمی روایات بھی عرب سے باہر پھیلنے لگیں۔ عرب سے ایران پہنچیں اور ایران سے پاک و ہند میں داخل ہو گئیں۔ یہاں بھی درس و تدریس کی بساط جمنے لگیں۔ یہاں بھی قال اللہ و قال الرسول کے نغموں سے فضا گونجنے لگی۔ ابتدائی تعلیم۔ قرآن ناظرہ۔ مساجد میں ہوتی تھیں جس میں چھوٹے بچے اور بچیاں ساتھ پڑھتی تھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے طلباء کے لیے مدارس تھے مگر طالبات خانگی مدارس میں تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ جن میں استانیاں اور سن رسیدہ مردان کو تعلیم دیتے تھے۔ خواتین کے لیے جداگانہ مدارس اور عمارات کا رواج نہیں تھا۔

سر سید احمد خاں نے خاتونانِ پنجاب کے سپاسنامہ کے جواب میں ہندوستان میں رائج مسلمان لڑکیوں کے طریقہ تعلیم کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"میں نے خاندان میں تین قسم کی عورتوں کو دیکھا۔ ایک وہ جو ہماری ماؤں اور خالاؤں کی ساتھی تھیں۔ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ سب پڑھنا جانتی تھیں۔ اور چند ان میں سے ایسی بھی تھیں جو فارسی کتابیں پڑھنا جانتی تھیں۔ میں نے خود گلستان کے چند سبق اپنی والدہ سے پڑھے ہیں۔ اور اکثر فارسی کی ابتدائی کتابوں کے سبق ان کو سنائے ہیں۔

دوسرا گروہ میری ہم عمر بہنوں کا تھا۔ جو گھروں میں تعلیم پاتی تھیں۔ ان کی تعلیم کا طریقہ میں نے یہ دیکھا کہ رشتہ داران قریب میں سے کوئی معزز اور آسودہ گھر لڑکیوں کی تعلیم کے لیے منتخب کیا جاتا تھا۔ اور خاندان کی لڑکیاں اس گھر میں پڑھنے کے لیے جمع ہوتی تھیں۔

اس مکان کا ایک ٹکڑا جو ہمیشہ ضلع کی عمارتوں میں ایک دالان ہوتا تھا۔ بطور مکتب کے تجویز کیا جاتا تھا۔ اس میں تخت بچھے ہوتے تھے۔ اور ان پر نہایت صاف فرش ہوتا تھا۔ اور سب لڑکیاں وہاں بیٹھ کر پڑھتی تھیں۔ اور استانی پڑھاتی تھی۔ اس گھر کی عورتیں وقتاً فوقتاً اس دالان میں جاکر ان لڑکیوں کی اور ان کے پڑھنے کے حالات کی نگرانی کرتی تھیں۔ کبھی کبھی کوئی رشتہ دار مرد۔ ان لڑکیوں کا بھائی یا باپ یا نانا یا خالو۔ اگر ان لڑکیوں کا سبق سنتا تھا۔ اور کبھی کسی لڑکی کو خود پڑھاتا تھا۔

تیسرے قسم کی وہ لڑکیاں ہیں جو میرے سامنے بچہ تھیں۔ اور اب بڑی ہوگئی ہیں۔ ان کی تربیت بھی اسی طریقہ پر میری آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے۔

پہلے زمانہ میں عورت کو لکھنے کا کچھ خیال نہ تھا۔ تیسرے گروہ کی لڑکیوں میں سے کسی کسی کو لکھنے کا بھی شوق ہوا۔

ان کی تعلیم میں وہ علوم داخل نہ تھے جن کو لوگ اس زمانہ میں یورپ کی تقلید سے لڑکیوں کی تعلیم میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ جو علوم اس زمانہ میں عورتوں کے لیئے مفید تھے، وہی اس زمانہ میں بھی مفید ہیں۔ وہ علوم صرف دینیات اور اخلاق کے تھے۔ اس زمانہ کی لڑکیاں قرآن شریف پڑھتی تھیں۔ اس کا ترجمہ پڑھتی تھیں۔ نماز روزہ کے مسائل کی کچھ کتابیں پڑھتی تھیں۔

جس نے تعلیم میں زیادہ ترقی کی اور فارسی سیکھ لی اس کو قصص الانبیاء حکایات اولیا۔ اور اس قسم کی اخلاقی کتابیں اور مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی بعض حکایات پڑھائی جاتی تھیں۔ جس زمانہ میں مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ اُردو میں نہ ہوا تھا۔ اور لڑکیوں نے حدیث پڑھنے کا شوق ظاہر کیا تھا۔ ان کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ترجمہ مشکوٰۃ شریف پڑھایا جاتا تھا۔ اخیر زمانہ میں اُردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف اور اُردو ترجمہ حصن حصین

یعنی ظفر جلیل زیادہ درس میں داخل تھا۔ بعض لڑکیوں نے ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء یعنی فوادالفواد اپنے شوق سے پڑھتے تھے۔ صرف ایک عورت سے واقف ہوں جس نے تزک جہانگیری اپنے باپ سے پڑھی تھی۔ مگر اس کی ہم جولیاں کہتی تھیں۔ بوا، اس سے کیا فائدہ ہے۔ کوئی اور خدا اور رسول کی کتاب پڑھو۔

یہی عمدہ طریقہ تعلیم کا تھا۔ جس سے لڑکیوں کے دل میں نیکی، خدا ترسی، رحم، محبت اور اخلاق پیدا ہوتے تھے۔ اور یہی تعلیم ان کی دین و دنیا دونوں کی بھلائی کے لیے کافی تھی۔"

علومِ قرآن کی ماہر خواتین

قرآن مجید کا پڑھنا ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے۔ اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ گرامی یہ ہیں۔

جس دِل میں قرآن کا ذرا سا حصہ بھی موجود نہیں ہے وہ ویران گھر کی مانند ہے۔

ہر مسلمان پر مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، اللہ کی طرف سے یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وُہ ضرور کچھ نہ کچھ قرآن سیکھے۔ ضرور کچھ نہ کچھ دینی مسائل جانے (تفسیر قرطبی، ج ۲، ص ۱۲)

مومن کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ اس نے پورا قرآن مجید پڑھ لیا ہو۔ یا ابھی پڑھ رہا ہو۔ (اصول کافی)

ان ارشادات کی وجہ سے مردوں کے ساتھ خواتین بھی قرآن مجید پڑھتی تھیں، سیکھتی تھیں، حفظ کرتی تھیں، قرأت سیکھتی تھیں اور پھر ساری زندگی قرآن کی تلاوت کرتی رہتی تھیں بعض خواتین نے حفظِ قرآن، تجوید قرآن اور علوم قرآن میں نمایاں مقام حاصل کیا تھا۔

حفصہ بنتِ سیرین۔

یہ امام الرویا والتعبیر حضرت محمد بن سیرین (۱۱۰ ھ) کی بہن ہیں۔ چودہ سال کی عمر میں انہوں نے قرآن مجید کو معانی اور مطالب کے ساتھ حفظ کر لیا تھا۔ فنِ تجوید اور فنِ قرأت میں بھی کمال حاصل کر لیا تھا۔ ہشام کا بیان ہے کہ جب کبھی ان کے بھائی امام محمد بن سیرین کو قرأت میں کسی مقام پر شبہ لاحق ہو جاتا تو وہ اپنے شاگردوں سے کہتے تھے۔ ذرا ٹھہر دیں حفصہؓ سے دریافت کر کے آتا ہوں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فنِ قرأت میں انہیں کس قدر کمال حاصل تھا۔ قرآنِ مجید سے اِن کے شوق کا یہ عالم تھا کہ ہر رات کو تہجد میں وہ نصف

قرآن ختم کرلیتی تھیں۔

اخت شرف الاسلام امام عبدالوہاب۔

یہ بڑی فاضلہ خاتون تھیں۔ اپنے بھائی کے ساتھ علوم کی تحصیل کی تھی۔ علمِ تفسیر قرآن سے ان کو خاص ذوق تھا۔ ان کے والد امام عبدالوہاب (۴۸۶ ھ) نے ۳۰ جلد دں میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے جو کتاب الجواہر کے نام سے مشہور ہے۔ وہ ان کو زبانی یاد تھی۔ ان کے بیٹے امام زین الدین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اپنے ماموں سے تفسیر کا سبق لے کر جب گھر آیا تو والدہ نے دریافت کیا۔ بھائی نے آج کیا پڑھایا۔ جو پڑھا تھا وہ میں نے بیان کر دیا۔ انہوں نے پوچھا فلاں آیت کے ساتھ فلاں قول بھی بیان کیا؟ میں نے کہا نہیں۔ تو کہنے لگی بھائی بھول گئے۔ اس سے ان کے علم اور حافظ دونوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ بڑی عابدہ خاتون تھیں۔ چالیس سال سے مصلے کو لازم کر لیا تھا۔ اس پر بیٹھی رہتی تھیں۔ اور عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتی تھیں۔

سلمیٰ بنت شمس الدین جزری۔

شمس الدین جزری (۸۳۳ / ۱۴۴۹) امام القرار ہیں۔ عالمِ اسلام میں فنِ قرأت و تجوید کے سب سے بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے اپنی صاحبزادی کو اس فن کی تعلیم دی۔ پہلے قرأت سبعہ (سات قرأت) کی تعلیم دی۔ پھر عشرۂ قرأت (دس قرأت) کی تعلیم دی۔ ان کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ وہ پورا قرآن مجید سبعہ قرأت کے مطابق اور عشرہ قرأت کے مطابق سنا دیتی تھیں۔ ان کے زمانے میں کوئی دوسرا قاری فنِ قرأت اور تجوید میں ان کا ہمسر نہیں تھا۔

ملکہ زبیدہ کی کنیزیں۔

عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی ملکہ زبیدہ (۲۱۶ ھ) کو قرآنِ مجید کی تلاوت سے عشق تھا۔ اس کے محل میں ایک سو کنیزیں تھیں روزانہ تلاوتِ قرآنِ مجید میں مشغول رہتی تھیں

محل سے اس وقت مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی سی آواز آتی رہتی تھی کسی وقت بھی یہ آواز بند نہیں ہوتی تھی۔ ۲۱۷ھ میں بغداد میں ملکہ کا انتقال ہوتا ہے۔

ستی النساء بیگم

ستی النساء بیگم ملک الشعراء طالب آملی کی بہن تھی اور حکیم رکن کاشی شاعر کے بھائی کی بیوی تھی۔ یہ خاتون حافظ قرآن تھی۔ علم قرات و تجوید سے بخوبی واقف تھی۔ زبان دان وادب شناس تھی۔ ممتاز محل بیگم شاہجہاں بادشاہ کی مہردار تھی۔ یہ شاہزادیوں کی معلمہ تھی۔ شاہزادی جہاں آراء بیگم نے اسی سے علم قرأت و تجوید سیکھا تھا۔

زیب النساء بیگم۔

یہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی دختر تھی ۱۶۳۴ء میں اس کی پیدائش ہوئی۔ ایک استانی مریم بی بی سے قرآن مجید حفظ کیا۔ تمام اسلامی علوم کی تعلیم ملا سعید اشرف مازندرانی سے حاصل کی۔ فنِ خطاطی میں بھی کمال حاصل کیا۔ اس کے یہاں اہل علم کی مجلس منعقد ہوتی تھی۔ جس میں مختلف علوم وفنون پر تقاریر اور مباحث ہوتے تھے۔ اس نے ساری زندگی تجرد میں گزار دی۔ عابدہ، زاہدہ، متقی پاکباز عورت تھی۔ قرآن مجید کی تلاوت سے خاص لگاؤ تھا۔ فقر و تصوف کی طرف طبیعت کا میلان تھا۔ زیب و زینت سے دور تھی۔ اس کا شعر ہے۔

لے دخترِ شاہم ولیکن راہ فقر آوردہ ام

زیب و زینت بس ہمین است نام من زیب النساء است

مزاج میں بے نیازی تھی۔ ایک مرتبہ ایک باندی کے ہاتھ سے چین سے آمدہ قیمتی آئینہ گر کر ٹوٹ گیا۔ کنیز بڑی خوفزدہ ہوئی۔ پھر اس نے ایک مصرعہ پڑھ کر شہزادی کو اطلاع دی۔

ع از قضا آئینہ چینی شکست

شاہزادی نے فوراً اس پر دوسرا مصرعہ لگا دیا۔

ع خوب شد اسباب خود بینی شکست

۶۴ سال کی عمر میں یہ فوت ہوگئی۔

جاناں بیگم :

جاناں بیگم امیر کبیر عبدالرحیم خانخاناں کی اکلوتی لڑکی تھی۔ دولت و امارت، علوم و فنون میں آنکھ کھولی اور اِن سے بھرپور استفادہ کیا۔ حسن و جمال کے ساتھ علم و فضل میں بھی اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھی۔ فیاضی اور مکارمِ اخلاق میں مشہور تھی۔ اکبر کے بیٹے دانیال سے اس کی شادی ہوئی تھی۔ دانیال کے انتقال کے بعد اس نے تجرد کی زندگی اختیار کرلی۔ دینی علوم سے کافی دلچسپی تھی۔ اِس نے قرآن مجید کی تفسیر فارسی زبان میں لکھی تھی۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئی۔ شعروشاعری کا بھی ذوق تھا۔ ۱۰۷۰ھ میں اس کا انتقال ہوگیا۔

شرف النساء بیگم۔

یہ پنجاب کے آخری مغل گورنر نواب عبدالصمد خاں عرف میر منّو کی بیٹی اور نواب زکریا کی بہن تھی۔ یہ بڑی عابدہ زاہدہ خاتون تھی۔ فقر و استغنا کا راستہ اختیار کر رکھا تھا۔ تلاوتِ قرآن مجید سے اسے عشق تھا۔ اپنے محل میں ایک چبوترے پر بیٹھ کر بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ گھنٹوں تلاوت میں منہمک رہتی تھی۔ اس نے تجرد کی زندگی گزاری۔ مرنے کے قریب اس نے وصیت کی کہ میری

۱۔ بیٹی میں بادشاہ کی ہوں مگر میں نے فقیری مسلک اختیار کر رکھا ہے۔ میری زیب و زینت بس اسی قدر ہے کہ میرا نام زیب النساء ہے۔

۲۔ قضائے الٰہی سے چین سے آیا ہوا آئینہ ٹوٹ گیا۔ اچھا ہوا خود بینی کا ذریعہ ختم ہوگیا۔

قبر پر ایک قرآن مجید اور ایک تلوار رکھ دی جائے۔ اس کا مقبرہ سرو والے مقبرہ کے نام سے آج بھی لاہور میں موجود ہے۔ ۱۸۴۰ء تک قرآن مجید اور تلوار اس کی قبر پر رکھے رہے سکھ گردی میں کسی نے دونوں چیزیں اڑالیں۔ علامہ اقبالؒ نے انکی وصیت کو نظم بند کیا ہے۔

ایں دو قوت حافظ یک دیگر اند ؁ کائناتِ زندگی کا محور اند

وقتِ رخصت از تو دارم ایں سخن تیغ و قرآن را جدا از من بکن

مومناں را تیغ با قراں بس است

تربت مارا ہمیں ساماں بس است

قیصری بیگم۔

حیدر آباد دکن کی یہ فاضل خاتون عربی زبان اور اسلامی علوم کی فاضلہ تھی۔ قرآنِ مجید سے اسے خاص طور پر شغف تھا۔ انہوں نے قرآن مجید کی آیات کو بلحاظ مضمون مرتب کیا تھا اور کتاب کا نام تفہیم القرآن رکھا۔

سلطان غیاث الدین خلجی کی کنیزیں

سلطان غیاث الدین خلجی مالوہ (ہندوستان وسطی) کا حکمران تھا۔ شادی آباد اس کا دارالحکومت تھا (نزد اندور)۔ یہ بادشاہ بڑا متقی تھا اور تہجد گزار تھا۔ اس کے دربار میں کوئی کام غیر شرعی نہیں ہوتا تھا۔ بقول مؤرخ فرشتہؔ اس کے محل سرا میں ایک ہزار کنیزیں حافظات اور قاریات موجود تھیں۔ وہ ہر دم قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف رہتی تھیں۔ جتنی دیر میں بادشاہ اپنا لباس تبدیل کرتا تھا اتنے عرصہ میں یہ حافظات پورا قرآن مجید ختم کر ڈالتی تھیں۔ یہ خواتین رات کو نماز کے لیے اٹھتی تھیں۔

؁ یہ دو قوتیں ایک دوسرے کی محافظ ہیں۔ یہی دونوں انسانی زندگی کا محور ہیں۔ مرتے وقت میری آپ کو یہ وصیت ہے کہ میری قبر سے قرآن مجید کو اور تلوار کو جدا نہ رکھنا۔ مومن کے لیے تیغ اور قرآنِ مجید کافی ہے۔ اس لیے میری تربت کے لیے بھی یہی سامان کافی ہے۔

علومِ حدیث کی ماہر خواتین

تدوین حدیث کی تحریک :

دینِ اسلام کے مآخذ اصلی دو ہیں۔ قرآنِ مجید اور سنتِ رسولؐ۔ پھر ان دو بنیادوں پر اسلامی قانون کی عظیم الشان عمارت کھڑی ہوئی ہے۔ قرآنِ مجید تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں مدون ہو گیا تھا اور حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہو گیا تھا۔ البتہ قرآن کی عملی تشریح اور تعمیل کی تدوین ابھی باقی تھی۔ یہ کام خلیفہ عمر بن عبدالعزیز (۱۰۲ - ۹۹ھ) کے حکم سے شروع ہوا۔ احادیث کی تدوین و تکمیل میں چھ صدیاں بیت گئیں۔ محدثین اور علماءِ کرام نے جس محنت اور عرق ریزی اور جس وسعت اور گہرائی سے اس فنِ شریف کو مرتب کیا ہے وہ مسلمانوں کا ایک شاہکار ہے۔ نقدِ حدیث کے سلسلہ میں پانچ لاکھ راویوں کے حالاتِ زندگی جمع کرنا اور صحت و سقم کے لحاظ سے ان کی چھان بین کرنا وہ غیر معمولی واقعہ ہے جو محدثین کرام نے انجام دیا ہے یہ مسلمانوں کا امتیازی کارنامہ ہے۔ جرمن مستشرق اسپرنگر نے مسلمانوں کے اس کارنامہ پر بڑی حیرت کا اظہار کیا ہے۔ اور پھر دل کھول کر اس کی تعریف کی ہے۔

(مقدمہ۔ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ لحافظ ابن حجر مکی۔ طبع کلکتہ ۱۸۵۶ء)

پردہ کی پابندی

قرآن مجید میں ــــ سورہ کہف میں ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حصول علم کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ سفر کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ علم حاصل کرو خواہ اس کے لیے چین جانا پڑے۔ اِن احکام نے مسلمانوں کی جو ذہنیت تشکیل کی تھی اس میں علم کے لیے سفر کرنا ضروری تھا۔ جو شخص بھی علم حاصل کرتا تھا وہ سفر پر نکل کھڑا ہوتا تھا۔ دور دراز شہروں کے علماء سے استفادہ کرتا تھا جو لوگ سفر پر نہیں نکلتے تھے ان کی زیادہ قدر و منزلت نہیں ہوتی تھی۔

مرد تو یہ سفر آسانی سے کر لیتے تھے، مگر بعض ایسی باہمت خواتین ہوتی تھیں جو یہ سفر اختیار کرتی تھیں۔ اگرچہ پردہ کی شرط اور محرم کی ہمراہی کی وجہ سے ان کا سفر پر نکلنا بہت مشکل تھا عام طور پر کوئی گھر کا فرد یا محرم ان کے ساتھ سفر پر جاتا تھا۔ سفر میں طالبات کے مخصوص صنفی حالات کا خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا تھا۔ پردہ کا پورا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ اِن کے آرام کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔ اس کی وضاحت جامع قرویین، فاس، مراکش کے حالات سے ہوتی ہے کتابوں میں لکھا ہے کہ

"یہ محترم خواتین (طالبات) اپنے اسباق ایسے مقامات پر بیٹھ کر سنتی تھیں جو صرف ان کے لیے مخصوص ہوتے تھے۔ شہر قرویین میں ایسے مقامات عام ہوتے تھے جہاں خواتین بیٹھ کر شیوخ اور محدثین سے احادیث کا سماع کرتی تھیں، اور مردوں سے اختلاط بھی نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح جو اسباق مرد سنتے تھے وہی اسباق خواتین سنتی تھیں۔"

بعض علماء کے یہاں خواتین طالبات کے سامنے پردہ پڑا رہتا تھا۔ امام احمد بن حنبل خواتین کو جدا درس دیتے تھے۔ جو علماء خواتین کی مجلس میں جا کر وعظ کہتے تھے وہ خود اپنے چہروں پر نقاب ڈال لیتے تھے۔

البتہ اسلام نے باندی کے لیے پردہ کی قید نرم کر دی ہے ۔ باندی کو اپنے منہ پر نقاب ڈالنے کی ضرورت نہیں ۔ اس لئے بعض باندیاں جو علم و فضل میں نامور ہوتی تھیں اور درس دیتی تھیں وہ اِس رخصت سے فائدہ اُٹھاتی تھیں ۔ وہ بے پردہ درس دیتی تھیں ۔ اور بحث و مباحثہ کرتی تھیں ۔

فاطمہ بنت ابو عبداللہ جرجانی :

تاریخ جرجان میں امام سہمی نے لکھا ہے کہ فاطمہ کو انکے والد ابو احمد بن عدی کی مجلس درس میں پہنچاتے تھے ۔ وہ وہاں حدیث کا سماع کرتی تھیں اور پھر ان کو واپس گھر لے کر آتے تھے ۔

زینب بنت برہان الدین اردبیلیہ :

ان کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی ۔ ابتدائی تعلیم بھی وہاں ہی حاصل کی ۔ مزید علم کا شوق دامن گیر ہوا تو اپنے چچا کے ساتھ علمی سفر پر روانہ ہو گئیں ۔ بلادِ عجم میں گھومیں ۔ بیس سال بعد مکہ مکرمہ واپس آئیں ۔

زلیخا الواعظہ :

زلیخا شہر غزنین (افغانستان) کی رہنے والی تھیں ۔ یہاں سے وہ حج پر مکہ مکرمہ گئیں ۔ حصولِ علم کی خاطر وہ وہیں رہ پڑیں ۔ حرم محترم اہل علم کے لیے محدثین کرام کے لیے بڑی کشش رکھتا تھا ۔ فریضۂ حج ادا کرنے بیرونِ ملک سے سینکڑوں علماء وہاں آتے تھے ۔ اس لیے مقامی اور بیرونی علماء سے استفادہ کا موقع میّسر آجاتا تھا اور محدثین سے بالمشافہہ احادیث سننے کا موقع ملتا تھا ۔ زلیخا ایک مدت تک حرم میں رہیں ۔ علم سے فراغت کے بعد انہوں نے تبلیغ و اشاعت میں بڑا کام کیا وہ خواتین کو جمع کر کے وعظ کہتی تھیں اس لیے الواعظہ کے نام سے مشہور ہوگئیں ۔

فاطمہ بنت محمد بن علی لخمیہ اشبیلیہ :

یہ اندلس کے مشہور شہر اشبیلیہ کی رہنے والی خاتون تھیں ۔ انہوں نے اندلس کے مشہور

محدث ابو محمد باجی اشبیلی کی مجلس میں طالب علمی اختیار کی وہ اپنے بھائی کے ساتھ شیخ کی مجلس میں جاتی تھیں اس لیے دونوں ایک ہی شیخ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

شمس الضحیٰ بنت محمد بن عبدالجلیل :

اس خاتون نے پہلے احادیث کا سماع کیا۔ ان کا میلانِ طبع زہد و تصوف کی طرف ہوگیا۔ اس لیے شیخ الطریقت ابوالنجیب سہروردی کی خدمت میں تصوف کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ یہ عالمہ، زاہدہ اور متقیہ خاتون تھیں۔

سماعِ حدیث کا شوق :

سماعِ حدیث کے شوق میں مردوں کے ساتھ خواتین بھی شریک تھیں۔ اس کی خاطر مشکلات اور مشقت برداشت کرتی تھیں۔ اس سلسلہ میں امام ابنِ جوزی نے ایک واقعہ لکھا ہے۔ امام ابوالولید حسان بن محمد بن احمد ہارون قرشی خراسانی .... کے حالات میں ایک واقعہ لکھا ہے جو ان کو ان کی والدہ نے سنایا تھا۔

"جب تم حالتِ حمل میں تھے میں نے تمہارے والد سے اجازت طلب کی کہ میں امام ابوعباس بن حمزہ محدث کی مجلسِ درس میں شرکت کروں گی۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ دس دن میں نے اُن کی مجلس میں شرکت کی۔ دسویں دن مجلس ختم ہوگئی۔ پھر امام عباس نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ مجھے لڑکا عطا کر۔ اسی رات میں نے گھر آکر خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ تمہارے لڑکا پیدا ہوگا۔ اور تمہارے نانا کی عمر کے برابر زندہ رہے گا۔"

یہی بچہ آگے چل کر امام ابوالولید خراسانی بنا۔ ۷۲ سال کی عمر میں ۳۴۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

حافظۂ احادیث :

امام ابو محمد سراج الدین عبدالرحمٰن بن عمر دانی حنبلی ۶۴۳ھ کی اولاد میں ایک نابینا لڑکی تھی۔ اس لڑکی نے فنِ حدیث کی باقاعدہ تحصیل کی تھی۔ یہ لڑکی قوت حافظہ میں نادرۂ روزگار

شمار ہوتی تھی۔ اس کے استحضار کا یہ عالم تھا کہ حدیث کی چھ معتبر کتابوں۔ صحاح ستہ میں درج کسی حدیث کے متعلق اس سے دریافت کیا جاتا تو وہ فوراً جواب دیتی تھی کہ یہ حدیث فلاں کتاب اور فلاں باب میں درج ہے۔

علمِ حدیث میں خواتین کا مقام :

علمِ حدیث میں بعض خواتین کا درجہ بہت بلند ہوتا تھا۔ سلسلہ رواۃ کی سب سے اونچی سند ان کے پاس ہوتی تھی اس لیے مرد ان کے پاس رہ کر اس سند کو حاصل کرتے تھے۔ ایسی خواتین کو مسندات کہا جاتا ہے۔ فاطمہ بنت ابراہیم بن محمد بعلبکیہ کو مسندۃ الشام کہا جاتا ہے۔ کریمہ بنت عبدالوہاب ابن علی قرشیہ زبیریہ کو مسندۃ مکہ کہا جاتا ہے۔ فاطمہ بنت احمد بن قاسم مروزیہ کو مسندۃ الوقت کہا جاتا ہے۔

القاب و خطابات :

غیر معمولی علم و فضل حاصل ہونے کے سبب بعض خواتین کو اہلِ علم نے القابات و خطابات سے نوازا ہے جو عام طور پر ان خواتین کے نام کا سابقہ بن گیا ہے۔ چند خطابات یہ ہیں۔ سیّدۃ کی تخفیف ست ہے۔ اِس لفظ سے اِن خواتین کو موسوم کیا جاتا تھا۔

ست الشام ۔ خاتونِ اخت ملک العادل ۔

ست الفقہا ۔ شریفہ بنت خطیب دمشقیہ ۔

ست الکل ۔ بنت احمد بن محمد مکیّہ ۔

ست العرب ۔ ام الخیر بنت یحیٰ بن قائماز کندیہ دمشقیہ ۔

شرف النساء ۔ امۃ اللہ بنت احمد بن عبداللہ آبنوسیہ ۔

فخر النساء ۔ شہدہ بنت احمد ابن عمر بغدادیہ

معلمہ ۔ غالیہ بنت محمد اندلسیہ ۔

شیخہ ۔ ام زینب بنت عباس بغدادیہ ۔

شیخہ ــ ام الفضل صفیہ بنتِ ابراہیم بن احمد مکیہ ۔

حلقۂ تدریس ۔

اسلامی روایت کے مطابق تحصیلِ علم کے بعد اشاعتِ علم بہت ضروری ہے ۔ اس لیے بہت سی خواتین خانگی ذمہ داریوں کے باوجود اپنا جداگانہ حلقہ درس شروع کر دیتی تھیں ۔ خواتین کے حلقہ ہائے تدریس عام طور پر ان کے اپنے گھروں میں قائم ہوتے تھے ۔ شائقین علم طالبات وہاں آجاتی تھیں ۔ بعض خواتین کی علمی شہرت بہت زیادہ ہوتی تھی ۔ ان کے حلقہ ہائے درس میں دور دور سے طالبان کھنچ کر آتے تھے ۔ جس طرح حصولِ حدیث کے لیے سفر میں اور سماعِ حدیث میں خواتین پردے کا اہتمام کرتی تھیں ۔ اسی طرح اشاعتِ علم ، درس و تدریس میں بھی وہ احکامِ شرعی کی پابندی اختیار کرتی تھیں ۔

حفصہ بنت سیرین اور پردہ ۔

عاصم بن سلیمان احول بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حفصہ بنت سیرین کی خدمت میں سماعِ احادیث کے لیے حاضر ہوتے تھے ۔ وہ اپنی چادر سنبھال کر بیٹھتی تھیں ۔ چہرہ پر نقاب ڈال لیتی تھیں ۔ ہم نے ان سے عرض کیا کہ آپ یہ تکلیف کیوں اٹھاتی ہیں ۔ آپ جیسی عمر رسیدہ خاتون کو تو قرآن نے رخصت عطا کی ہے ۔ اس کے جواب میں وہ فرماتی ۔ رخصت کے بعد جو ٹکڑا ہے ذرا وہ بھی تو پڑھو ۔

فلیس علیہن ان یضعن ثیابہن غیر متبرجٰت بزینۃ و ان یستعففن خیر لھن ۔ (نور ۳۰)

” اگر وہ اپنی چادر اتار کر رکھدیں تو گناہ نہیں بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں تاہم پھر بھی وہ حیاداری برتیں تو ان کے حق میں اچھا ہے ۔ “

اس لیے وہ کہتی تھیں کہ چادر اوڑھ لینا ہی اچھا ہے ۔ (طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۴۹)

غالیمہ بنت احمد ۔

یہ خاتون اندلس کی مشہور و معروف عالمہ فاضلہ خاتون تھیں۔ یہ خواتین کو ہر قسم کے علوم و فنون کی تعلیم دیتی تھیں۔ اسی لیے ان کا لقب معلّمہ پڑ گیا تھا۔

مریم بنت ابی یعقوب اشبیلیہ ۔

یہ اپنے زمانہ کی مشہور ماہر درس خاتون تھیں۔ حج کرنے کے لیے مکّہ مکرمہ آتی تھیں۔ اندلس سے چل کر مکّہ آنا اس زمانہ میں بڑا دشوار کام تھا۔ اس لیے ان کے نام کے ساتھ حاجہ لکھا جاتا ہے۔ وہ بھی مختلف علوم کی خواتین کو تعلیم دیتی تھیں۔ بڑی متقی دیندار خاتون تھیں طویل عمر پاکر وفات پائی۔ مذکورہ بالا دونوں خواتین نے باقاعدہ مدرسے جاری کر رکھے تھے ۔

بنت ابن کیران طبیب ۔

یہ خاتون مختلف علوم کی ماہر تھی۔ پردہ کے پیچھے سے تعلیم دیتی تھیں۔ مراکش میں ایک مسجد "مسجد اندلس" کے نام سے مشہور ہے۔ جس کو مریم بنت محمد بن عبد اللہ نے تعمیر کرایا تھا۔ بنت طبیب اس مسجد میں درس دیتی تھیں۔ ان کے متعلق تذکروں میں لکھا ملتا ہے کہ ۔۔

وہ مسجد اندلس میں منطق کا درس پردہ کے اندر رہ کر دیتی تھی۔ وہ مختلف علوم کی جامع تھی۔ ان کا درس مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہوتا تھا۔ مرد نمازِ ظہر کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ عورتیں نمازِ عصر کے درس میں شریک ہوتی تھیں۔

علیہ بنت حسان :

علیہ بنتِ حسان بصرہ کی ایک باندی تھی۔ یہ عالمہ فاضلہ اور شان و شوکت کی خاتون تھی۔ بڑی زیرک و فہم والی تھی۔ بصرہ کے محلّہ طوقہ میں رہتی تھی۔ بصرہ کے علماء اور فقہا اس کے مکان پر آتے تھے۔ وہ اس سے مختلف سوالات دریافت کرتے تھے۔

امِ محمّد زینب بنت احمد بغدادیہ :

یہ بڑی فاضلہ خاتون تھی۔ علمِ حدیث میں اس کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ اشاعتِ علم کا

انہیں بہت شوق تھا۔ وہ جس شہر میں جاتی تھی ایک مدرسہ قائم کر دیتی تھی۔ مدینہ منورہ اور قاہرہ (مصر) میں ان کا قیام زیادہ رہا ہے۔ وہاں طویل مدّت تک درس دیا۔ ۹۰ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ آخری وقت تک حدیث کا درس جاری تھا۔

ام احمد زینب بنت مکی حرانیہ :

یہ عالمہ فاضلہ عورت تھی۔ علم حدیث کی اشاعت میں خاص شوق تھا۔ اِن کے حلقۂ درس میں طلبہ کا ہجوم ہوتا تھا۔ ۹۴ سال تک یہ اشاعتِ حدیث میں مشغول رہیں۔

فخر النساء شہدہ بنت ابو نصر احمد بن عمر بغدادیہ :

علمِ حدیث میں بہت کم خواتین نے اِس قدر بلند مرتبہ حاصل کیا ہے اِن کے پاس سندِ عالی تھی۔ اس لیے بڑے بڑے آئمہ و شیوخ اِن کے درس میں شامل ہوتے تھے اور سندِ عالی حاصل کرتے تھے۔ اِس دور کا شاید ہی کوئی محدث ایسا گزرا ہو جس نے شہدہ کی شاگردی اختیار نہ کی ہو۔ ایران کے شہر دینور میں ۴۸۴ھ میں پیدا ہوئیں تھیں۔ اِن کے والد بڑے عالم تھے۔ انہوں نے اچھی سے اچھی تعلیم دلوائی۔ انہوں نے مختلف علوم و فنون حاصل کیے۔ خط بھی نہایت خوبصورت تھا۔ ابو بکر محمد بن احمد اشاشی، حسین بن احمد نعمانی وغیرہ سے تحصیلِ علم کیا۔ اِن کی شادی ایک معمولی شخص علی بن محمّد سے کر دی گئی۔ مگر انہوں نے حسنِ اخلاق سے زندگی بسر کی۔ اِن کے درس کی شہرت جب زیادہ ہوئی تو خلیفہ مستضئی باللہ عباسی نے انہیں ایک قطعہ اراضی بطور جاگیر عطا کیا تاکہ یہ یکسوئی کے ساتھ درس و تدریس میں مشغول رہ سکیں۔ انہوں نے ساحل دجلہ پر ایک مدرسہ تعمیر کرایا تھا اور جاگیر کی ساری آمدنی طلبہ پر خرچ کر دیتی تھیں۔ ۹۰ سال کی عمر میں بغداد میں انتقال ہوا۔ آخری وقت تک تدریس میں منہمک رہیں۔

امام ابن جوزی لکھتے ہیں ـــ وہ بڑی صالحہ عابدہ خاتون تھیں۔

کریمہ بنت احمد مروزیہ :

اس خاتون کا تعلق مرد شاہجہاں آباد ایران سے تھا۔ علم حدیث میں اس کا درجہ بہت

بلند ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں ان کو خاص فضیلت حاصل تھی۔ اس لیے بڑے بڑے آئمہ حدیث ان کی خدمت میں آتے تھے۔ جیسے خطیب بغدادی، عبدالکریم سمعانی، الوطالب زینبی وغیرہ۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ حج کے ایام میں (۴۶۳ھ میں) میں نے ان سے صحیح بخاری کا سماع کیا۔

لحاظ النسار :

ہندوستان میں علم حدیث بہت آخر میں مقبول ہوا ہے۔ گزشتہ صدی میں ایک خاتون تھیں لحاظ النسا رجن کو علم حدیث سے بہت شغف تھا۔ انہوں نے علم حدیث کی باقاعدہ تحصیل کی تھی۔ انہوں نے بھوپال میں مولانا محمد بشیر سہسوانی سے علم حدیث حاصل کیا۔ پھر دہلی میں میاں جی نذیر حسین دہلوی کے درس میں شرکت کرکے فن کی تکمیل کی اور سند حاصل کی۔ ۱۹ سال کی عمر میں وہ تحصیل علم حدیث سے فارغ ہو چکی تھیں۔ اس کے بعد ساری عمر وہ اشاعت علم حدیث میں مشغول رہی۔ ۱۳۰۹ھ میں انہوں نے وفات پائی۔

علم حدیث میں تصانیف۔

بنات اسلام نے علم حدیث کی اشاعت میں روایت سنانے اور درس دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ محدثین کرام کی طرح اس فن شریف میں انہوں نے مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ فن حدیث کے مختلف شعبوں سے متعلق خواتین کی تصنیف کردہ کتابیں آج بھی کتب خانوں میں موجود ہیں۔

عجیبہ بنت حافظ محمد باقداریہ بغدادیہ :

ان کے متعلق امام ذہبی بیان کرتے ہیں" عجیبہ نے اپنے اساتذہ اور شیوخ کے حالات اور ان سے سماع کردہ احادیث پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔

فاطمہ خاتون بنت محمد اصفہانیہ :

ان کے متعلق تذکرہ نگار لکھتا ہے کہ ان کو وعظ و تلقین میں خاص ملکہ تھا۔ سینکڑوں خواتین ان کے حلقہ واعظ میں شریک ہوتی تھیں۔ تصنیف و تالیف میں بھی ان کو اچھا سلیقہ تھا انہوں نے اچھی اچھی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اِن کی ایک کتاب الرموز من الکنوز ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

علومِ فقہ کی ماہر خواتین

علمِ حدیث کے بعد دینی علوم کا دوسرا بڑا میدان علم فقہ ہے۔ خواتین اسلام نے علمِ فقہ میں بھی دلچسپی لی ہے۔ فقہ میں ان کی مہارت کا یہ حال تھا کہ وہ خود فتویٰ دیتی تھیں۔ اور اپنے علم کی بنا پر فتویٰ صادر کرتی تھیں۔ صاحبِ علم خواتین نے اپنے فتاوے کتابی صورت میں محفوظ بھی کیے ہیں۔ جو کتب خانوں کی زینت ہیں۔

فاطمہ بنت علاؤ الدین :

فقہ حنفی کی مشہور کتاب تحفۃ الفقہا ہے۔ جس کو مشہور حنفی عالم شیخ علاؤ الدین سمرقندی (۵۲۹ھ) نے لکھا ہے۔ اس کتاب کی شرح ان کے داماد مشہور عالم شیخ علاؤ الدین کاسانی (۵۸۷ھ) نے لکھی ہے۔ اس کتاب کا نام البدائع والصنائع ہے۔ احناف کے حلقوں میں اس شرح کی شہرت بہت زیادہ ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ شیخ علاؤ الدین سمرقندی کی صاحبزادی بھی فقیہہ تھی بلکہ ان کا مرتبہ فتویٰ نویسی تک تھا۔ فاطمہ بنتِ علاؤ الدین نے اپنے شوہر کاسانی کیساتھ اس شرح کے لکھنے میں برابر کا ہاتھ بٹایا ہے۔ وہ خود بھی بڑی عالمہ اور فقیہہ تھی۔

امۃ الواحد بنت المحاملی

ان کے متعلق امام ابنِ جوزی نے المنتظم میں لکھا ہے کہ "وہ نہایت فاضل خاتون تھیں۔ ان کا مسلک شافعی تھا۔ وہ اپنے دور میں مذہب شافعی کی سب سے بڑی حافظہ تھیں

فاطمہ بنت یحییٰ اُندلسیہ :

یہ خاتون مشہور فقیہہ یوسف بن یحییٰ کی بہن تھی۔ یہ ایک عالمہ فاضلہ اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ علم فقہ میں وہ کسی طرح اپنے فاضل بھائی سے کم نہیں تھیں۔ ان کے علم وفضل کی وجہ سے شہر میں ان کا بہت احترام تھا۔ جب ان کا جنازہ اٹھا تو اتنے لوگ شریک تھے کہ پھر ایسا جم غفیر دیکھنے میں نہیں آیا۔

دختر شاہ محمد اسحاق دہلوی :

یہ لڑکی علوم دین کی فاضلہ تھی۔ ان کی تحصیل اس نے اپنے محترم والد سے کی تھی۔ اس کی شادی مولانا عبدالقیوم سے ہوئی تھی۔ جو سید احمد شہید کے خلیفۂ اوّل مولانا عبدالحیٔ بڈھانوی کے فرزند تھے۔ بیگم بھوپال نے مولانا عبدالقیوم کو اپنے یہاں مفتی اعظم مقرر کر دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب کبھی ان کے سامنے کوئی ایسا مقدمہ آتا تھا جس کا فیصلہ وہ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اپنی اہلیہ سے مشورہ کرنے کے لیے اندر تشریف لے جاتے تھے۔ ان سے دریافت کرتے۔ اس مسئلہ کے بارے میں آپ کے علم میں کوئی بات ہے۔ اپنے والد سے کوئی بات سنی ہے۔ وہاں سے معلوم کر کے باہر آتے تھے اور فیصلہ سناتے تھے اس واقعے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شاہ محمد اسحاق دہلوی کی یہ لڑکی کتنی عالمہ فاضلہ تھی۔ اور علوم کا اس کو کس قدر استحضار تھا۔[1]

---

[1] خواتین اور دین کی خدمت۔ سید ابوالحسن ندوی۔ ص : ۴۲ ۔

وعظ و تذکیر کی ماہر خواتین

علم و فضل کی حامل خواتین وعظ و تلقین سے خطبات و تذکیر سے عام خواتین میں دین کی تبلیغ کرتی تھیں۔ وہ عورتوں کے مخصوص اجتماعات سے خطاب کرتی تھیں۔ اس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دینی فریضہ انجام دیتی تھیں۔ کتنی ہی خواتین ان وعظ میں شرکت کرتی تھیں اور پھر ان کی زندگی میں خوشگوار تبدیلیاں رونما ہوتی تھیں۔ وہ زندگی میں صلاح و فلاح اختیار کرلیتی تھیں۔ اِن کے اندر ایمان اور عمل کی تازگی آجاتی تھی۔

خیرۃ مولاۃ ام سلمیٰؓ:

ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ کی باندی خیرہ بڑی عاملہ فاضلہ خاتون تھیں۔ یہ مشہور تابعی حضرت امام حسن بصری کی والدہ ہیں۔ اِن کا رجحان وعظ اور خطبہ کی طرف تھا۔ وہ عورتوں کے مجمع میں وعظ سنایا کرتی تھیں۔ حضرت اسامہ بن زید بیان فرماتے ہیں کہ میں نے "حسن بصری کی والدہ کو دیکھا کہ وہ عورتوں کے ایک مجمع میں تھی۔ اِن کو وعظ فرما رہی تھیں۔"

معاذہ بنت عبداللہ:

یہ بھی عہد تابعین کی خاتون ہیں۔ یہ اپنے دور کی مشہور واعظہ خاتون تھیں۔ اِن کے متعلق جعفر بن کیسان بیان کرتے ہیں۔

"میں نے معاذۃ کو دیکھا وہ اپنی ٹانگوں کو اپنے ہاتھوں میں باندھے ہوئے بیٹھی ہیں۔ عورتوں کا ایک حلقہ ان کے گرد جمع ہے۔ وہ ان کو وعظ سنا رہی ہیں۔"

زلیخا الواعظہ :

ان کا نام ام احمد زلیخا بنت الیاس غزنویہ الواعظہ تھا۔ وہ عورتوں کے گھروں میں جا کر وعظ سناتی تھیں۔ کثرت وعظ گوئی سے واعظہ ان کے نام کا جزو بن گیا۔ زلیخا عابدہ، زاہدہ خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی وعظ گوئی میں بڑی تاثیر رکھی تھی۔ وہ خواتین کے حلقوں میں بہت مقبول تھیں۔

خیرونہ فاسیہ :

خیرونہ مراکش افریقہ کے شہر فاس کے رہنے والی خاتون تھیں۔ بڑی عالمہ فاضلہ خاتون تھیں۔ خواتین کے وعظ ونصیحت کرنے میں بہت وقت صرف کرتی تھیں۔ عقیدہ اشعریہ کو مغرب میں مقبول بنانے میں اس خاتون نے بہت حصہ لیا ہے۔

ام الخیر حجازیہ :

ام الخیر نے ۴۱۵ھ میں مسجد قاہرہ میں اپنا حلقہ درس قائم کر رکھا تھا۔ اس کے ساتھ ان کا حلقہ وعظ بھی بہت وسیع تھا۔ یہ اپنے دور کی مشہور واعظہ خاتون تھیں۔ اس دور میں مصر میں فاطمین کی حکومت تھی۔

شمس النساء :

حیدرآباد دکن میں یہ خاتون اسلامی علوم وفنون کی ماہر تھیں، عربی، فارسی، قرآن، تفسیر، حدیث، مسانید میں ان کو مہارت حاصل تھی۔ یہ فاضلہ خاتون عورتوں کے مجمع میں وعظ کیا کرتی تھیں۔ انہوں نے آخری زندگی کا بیشتر حصہ وعظ گوئی میں صرف کیا ہے ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء میں ان کی وفات ہوئی ہے۔

منور بیگم

منور بیگم حاکم بنگال مہابت جنگ اللہ ویردی خاں (۱۷۴۰ء) کی پوتی تھی۔ بڑی عالم اور فاضلہ خاتون تھی۔ عورتوں کو پند و نصیحت کرتی رہتی تھی۔ بدکردار عورتوں کے خلاف شمشیر برہنہ رہتی تھی۔ ان کی خوب خبر لیتی تھی۔ عورتوں کی اصلاح کے لیے اس نے ایک مثنوی "توشہ آخرت" کے نام سے لکھی تھی۔ جس میں تقریباً آٹھ سو اشعار تھے۔ مثنوی کی زبان آج سے ڈھائی سو سال پرانی اردو ہے۔

تف ہے بی بی[1] پنے پر اسے بی بی
بلکہ لعنت ہزار از غیبی
تف ترے حسن و ایسی سیرت پر
تف جوانی پر ایسی صورت پر

[1] بی بی پن - قدیم لفظ ہے۔ اس میں جتنے مسائل بیان کیے گئے ہیں وہ سب مستند کتابوں سے۔ مثلاً ھدایہ، فتاویٰ قاضی خاں، بحر الرائق وغیرہ سے ماخوذ ہیں۔

درس و تدریس میں منہمک خواتین

بعض خواتین ایسی ہوتی تھیں جنہوں نے اپنی ساری زندگی اشاعتِ علم اور تبلیغِ دین میں گزار دی۔ اور کسی خاص سبب کی وجہ سے انہوں نے شادی نہیں کی۔

کریمہ بنت احمد مروزیہ :

یہ خاتون اگرچہ مرو شاہجہان آباد کی رہنے والی تھی۔ مگر اس کا مستقل قیام مکہ مکرمہ میں رہتا تھا۔ یہ محدثہ تھیں۔ ان کی ساری دلچسپیاں احادیث روایت کرنے سے تھیں۔ آئمہ حدیث نے صحیح بخاری کی روایت ان سے لی ہے۔ انہوں نے زندگی بھر شادی نہیں کی۔ طویل عمر تک احادیث کی اشاعت کرتی رہیں۔

فاطمہ بنت سلیمان معمرہ :

یہ بھی محدثہ تھیں۔ ساری عمر اشاعتِ علم میں بسر کر دی۔ ساری زندگی مجرد رہیں۔ ۹۰ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔

شیخہ معمرہ حبیبہ بنت عزالدین مقدسیہ :

یہ بھی محدثہ تھیں۔ ساری زندگی اشاعت کرتی رہی۔ ساری زندگی تجرد میں گزار دی۔ ۹۱ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔

جہاد میں حصّہ لینے والی خواتین

جہاد سب سے بڑی عبادت ہے۔ اس میں مردوں کے دوش بدوش عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں۔ عام طور پر ان کے فرائض ثانوی درجے کے ہوتے تھے۔ وہ پانی پلاتی تھیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ مجاہدوں کا حوصلہ بلند کرتی تھیں۔ تقریریں کرتی اشعار پڑھتی تھیں اور انتہائی خطرناک موقع پر خود بھی ہتھیار سنبھال کر جنگ لڑتی تھیں۔

حضرت خنساءؓ

خنساءؓ خلافتِ راشدہ کی مشہور شاعرہ ہیں۔ جنگِ قادسیہ (۱۵ ہجری) میں اس کے چار لڑکے جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ یہ بھی شریک ہوئی تھیں۔ بیٹوں کو جنگ پر روانہ کرنے سے قبل اس نے ایک پُر جوش تقریر کی تھی۔

"پیارے بیٹو! تم اپنی خواہش سے مسلمان ہوئے ہو۔ اور تم نے اپنی خواہش سے ہجرت کی ہے۔ وحدہٗ لاشریک کی قسم جس طرح تم ایک ماں کے بیٹے ہو اسی

طرح ایک باپ کے بیٹے ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے بد دیانتی کی ہے نہ تمہارے ماموؤں کو رسوا کیا ہے۔ نہ تمہارے حسب و نسب پر داغ لگایا ہے۔

جو ثوابِ عظیم اللہ تعالیٰ نے کافروں سے لڑنے میں مسلمانوں کے لیے رکھا ہے اس کو تم خود جانتے ہو۔ خوب جان لو کہ آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اور اس دارِ فانی سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔	اے ایمان والو! صبر کرو، مقابلہ میں پامردی دکھاؤ، حق کی خدمت میں مضبوط رہو، اللہ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔

(آلِ عمران: ۲۰۰)

کل تم خیریت سے۔ انشاء اللہ۔ صبح کرو۔ تو تجربہ کاری کے ساتھ اور خدا سے نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمن پر جھپٹ پڑنا۔ اور جب دیکھو کہ لڑائی زوروں پر ہے۔ اور ہر طرف اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں تو تم جنگ کے خاص آتش دان کی طرف رُخ کرنا۔ اور جب تم دیکھو کہ فوج غصّے سے سرخ ہو رہی ہے تو دشمن کے سردار پر ٹوٹ پڑنا۔ خدا کرے کہ تم دنیا میں مالِ غنیمت اور آخرت میں عزت پاؤ۔"

جب اس کو چاروں بیٹوں کی شہادت کی خبر ملی تو اس بہادر عورت نے یہ جملہ کہا۔

الحمد للہ الذی شرفنی بشہادتھم۔

تمام تعریفیں اس اللہ کو سزاوار ہیں جس نے مجھے ان کی شہادت کا شرف بخشا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو چاروں بیٹوں کا وظیفہ ۸۰۰ درہم ماہانہ دیا کرتے تھے۔

شوقِ جہاد کا نادر واقعہ

ایک مجلس میں منصور بن عمار وعظ کر رہے تھے۔ جہاد کی ترغیب دے رہے تھے۔ سامعین میں سے ایک عورت نے ان کی طرف ایک رقعہ پھینکا۔ اس میں لکھا تھا۔

"اے منصور، میرا دل بھی چاہتا ہے کہ جہاد میں حصہ لوں۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں اپنے گیسو کاٹ کر بھیج رہی ہوں۔ تمہیں خدا کی قسم تم ضرور میرے بالوں کو ایسے گھوڑے کے باندھنے کے لیے استعمال کرو جو جہاد پر جا رہا ہو۔ شاید اللہ مجھے بھی شرکت کا ثواب دے۔

یہ سن کر ساری محفل رو پڑی۔

نوٹ: بالوں کے رسے بنائے جاتے تھے۔

خولہ بنت ازور

عہدِ صدیقی میں اسلامی لشکر شام میں جنگ کر رہا تھا۔ دمشق کا محاصرہ جاری تھا کہ معلوم ہوا اجنادین میں رومی لشکر جس کی تعداد نوّے ہزار ہے آپہنچا ہے۔ تمام مسلمان سالاروں نے بھی اجنادین کا رُخ کیا۔ دمشق کا محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ یہ فوج بھی روانہ ہوئی۔ اہلِ دمشق نے اس صورت سے فائدہ اٹھایا اور پیچھے عورتوں کے حصہ پر حملہ کر دیا اور ان کو قیدی بنا لیا۔ ان میں حضرت ضرار کی بہن خولہ بنت ازور بھی موجود تھیں۔ انہوں نے تقریر کی:

"بہنو! کیا تم یہ بے غیرتی گوارا کر سکتی ہو کہ مشرکینِ دمشق کے قبضہ میں چلی جاؤ۔ کیا تم عرب کی شجاعت و حمیت کو داغ لگانا چاہتی ہو۔ میرے نزدیک

تو مر جانا اس ذلت سے کہیں بہتر ہے۔"

ان چند فقروں نے آگ لگا دی۔ خیمہ کی لکڑیاں لے کر عورتوں نے حلقہ بند ہو کر جنگ شروع کر دی۔ خولہ نے قیادت کی۔ عفیرہ، ام ابان وغیرہ دوسری خواتین نے بڑھ کر حملے کیے۔ اہل دمشق اس غیر متوقع حملے سے حیرت میں رہ گئے۔ دیکھتے دیکھتے خواتین نے تیس لاشیں گرا دیں۔ اور پھر ان کے پیر اکھڑ گئے۔ اس واقعہ کی ایڈورڈ گبن نے زوال روما میں خاص طور پر تعریف کی ہے۔ جنگ یرموک میں بھی حضرت خولہ نے بڑی بہادری دکھائی۔ وہ عورتوں کے دستے کو لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑی تھیں۔

غزالہ زوجہ شبیب

غزالہ شبیب کی بیوی تھی جو خارجیوں کا سردار تھا۔ خارجی بنی امیہ کی حکومت کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔ حجاج بن یوسف کوفہ کے گورنر کے خلاف نبرد آزما تھے۔ غزالہ بڑی بہادر عورت تھی۔ ہر معرکہ میں شوہر کے ساتھ لڑتی تھی۔ اس کی بہادری کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک شاعر حجاج بن یوسف کو طعنہ دیتا ہے۔

اسد علی وفی الحروب نعامۃ	فتخاء تصفق من صغیر الصافر
هلا برزت الی غزالۃ فی الوغیٰ	بل کان قلبک فی جناح طائر

میرے اوپر تو تو شیر ہے۔ لیکن میدانِ جنگ میں تو ڈرپوک شتر مرغ ہے جو ذرا سی آواز سے گھبرا جاتا ہے۔ تو غزالہ کا مقابلہ کرنے کے لیے کیوں باہر نہیں نکلا۔ تیرا دل تو پرندہ کے پر کی طرح پھڑ پھڑا رہا تھا۔

ایک بار غزالہ نے منت مانی کہ وہ کوفہ کی جامع مسجد میں دو رکعت نماز ادا

کرے گی۔ اس نے اپنی منت پوری کی۔ جب کہ شہر پر حجاج کی شامی فوجوں کا غلبہ تھا۔ دن چڑھے شبیب اور غزالہ سترہ منتخب اور آزمودہ کار خارجیوں کے ہمراہ جامع مسجد میں داخل ہو گئے۔ شبیب ننگی تلوار لے کر مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور غزالہ نماز میں مشغول ہو گئی۔ یہ کوئی معمولی نماز نہیں تھی۔ اس نے پہلی رکعت میں سورہ بقرہ اور دوسری میں سورہ آلِ عمران پڑھی۔ یہ قرآن مجید کی طویل ترین سورتیں ہیں۔ اس طرح اس نے پونے چار پارے پڑھ ڈالے پھر وہ دونوں اپنی قیام گاہ پر لوٹ آئے۔ اور حجاج کی فوج تماشہ دیکھتی رہ گئی۔

دلشاد سلطان

۱۷۵۶ میں چینی شہنشاہ نے مشرقی ترکستان پر حملہ کر دیا۔ ترکوں نے برہان الدین اور خوجہ جہاں کی قیادت میں چینی فوجوں کا مقابلہ کیا بالآخر ان کو پسپا ہونا پڑا۔ انہوں نے بدخشاں (افغانستان) میں پناہ لی۔ چینی جنرل نے بدخشاں کے حاکم کو دھمکی دی۔ وہ ڈر گیا۔ اس نے ان دونوں سرداروں کو گرفتار کر لیا۔ اور ان کے سر کاٹ کر چینی جنرل کے نذر کر دیئے۔

ان کے مرنے کے بعد ترکی فوجوں کی قیادت برہان الدین خوجہ کی بیگم دلشاد سلطان نے سنبھالی جو اس سارے عرصہ اپنے شوہر کے ساتھ برابر جنگ میں شریک رہی تھی۔ اس نے گوریلا لڑائی سے چینی فوجوں کو بہت تنگ کیا۔ بالآخر جب گھیراؤ سخت ہوا تو دلشاد سلطان نے بھی بدخشاں میں پناہ پکڑی۔ چینی جنرل نے پھر حاکم بدخشاں کو دھمکی دی۔ اس نے دلشاد سلطان کو بھی گرفتار کر کے چینی جنرل کے حوالے کر دیا۔ اس نے دلشاد سلطان کو پیکن لے جا کر شہنشاہ شین مزنگ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ شہنشاہ نے اس سے شادی کرنا چاہی۔ مگر غیرت مند بیگم

بیگم نے صاف انکار کر دیا۔ ہر طرح اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کرتی رہی۔ جب وہ کسی طرح تیار نہیں ہوئی اور کافی عرصہ گزر گیا تو شہنشاہ کی والدہ نے گلا گھونٹ کر اس کو قتل کر دیا۔

دلشاد سلطان کی داستان حریت ترکستان میں زبان زد عوام ہے۔ شعراء نے اس کو نظم بند کیا ہے۔ آج بھی محلسوں میں پڑھی جاتی ہے۔

حفصہ مرکینہ :

اُندلس میں دورِ زوال کے زمانہ میں مسیحی مسلمانوں کی بستیوں کو لوٹا کرتے تھے اور آبادی کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں (۵۸۶ ھ) حفصہ اشبیلیہ میں وارد ہوئی۔ مسیحوں کے مظالم پر اس کی غیرت کو جوش آیا۔ اس اپنی پر جوش خطابت سے مسلمانوں کو جہاد پر اُبھارا۔ اس خاتون کے خطبات میں بڑی تاثیر تھی۔ ان خطبات کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ بے تابانہ گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس نے مراکش 'افریقہ کے لوگوں کو بھی جہاد کی دعوت دی اور ان کو اُندلس میں بلایا۔ وہ خود بھی جنگ میں شریک ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کو اس جنگ میں کامیابی عطا کی۔ اُندلس کے مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار کرنے میں اس خاتون کے پر جوش خطبات نے بڑا کام کیا۔

اس خاتون نے تمام تعلیم اپنے گھر پر حاصل کی تھی۔ یہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتی تھی۔ غیرتِ دینی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ خلوص اور للہیت کا نمونہ تھی۔

چاند بی بی :

یہ احمد نگر کے بادشاہ کی بیٹی تھی۔ بیجا پور کے سلطان علی عادل شاہ سے اس کی شادی ہوئی تھی۔ شوہر کا جوانی میں انتقال ہو گیا۔ بیوہ ہو کر یہ واپس اپنے بھائی نظام شاہ کے پاس آ گئی۔ خدا کی قدرت بھائی کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب کمسن بھتیجے کی سرپرست چاند بی بی قرار پائی۔ اس زمانہ میں اکبر بادشاہ شہنشاہ ہندوستان نے اپنے بیٹے مُراد کو ۱۵۹۵ء کو احمد نگر

فتح کرنے کے لیے روانہ کیا مُراد نے احمد نگر کا محاصرہ کر لیا۔ چاند بی بی نے احمد نگر کا کامیاب دفاع کیا۔ ایک دن دشمن کی گولہ باری سے فصیل کو نقصان پہنچا۔ چاند بی بی نے راتوں رات مشعل کی روشنی میں دوبارہ دیوار کھڑی کر لی۔ محاصرہ نے طول کھینچا۔ گولیاں ختم ہو گئیں۔ عالی ہمت چاند بی بی نے حکم دیا کہ پہلے تانبے کی گولیاں ڈھالی جائیں۔ اور مزید ضرورت پڑے تو سونے چاندی کو استعمال کیا جائے۔ اس کے لیے اس نے شاہی خدام سرا کے ظروف اور زیورات لا کر دیدیئے۔ اس قدر پُرعزم اور بلند ہمتی کا جواب حملہ آور فوج نہ دے سکی۔ اور پسپا ہو گئی۔ وہ شہنشاہ جس نے سارا ہندوستان فتح کر لیا تھا۔ وہ ایک خاتون کے مقابلہ میں پسپا ہو گیا۔

نواب زینت محل :

یہ نواب احمد علی خاں کی لڑکی تھی۔ ۱۸۱۴ء میں دہلی میں پیدا ہوئی۔ زینت النساء بیگم اس کا نام تھا۔ متداولہ علوم کی تحصیل کی تھی۔ اس کے ساتھ فنونِ حرب کی باقاعدہ تحصیل کی تھی۔ آغاز میں محلّہ کی لڑکیوں کو تعلیم دیتی تھی۔ پھر آخری مُغل حکمران بہادر شاہ ظفر سے اس کی شادی ہو گئی ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں اس نے ایک کمپنی کی کمان خود سنبھال لی تھی۔ قید ہو کر بادشاہ کے ساتھ رنگون میں جلاوطن کر دی گئی تھی۔ جہاں ۱۸۶۲ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

فاطمہ بنت عبداللہ :

طرابلس الغرب (لیبیا) میں قبیلہ براعصہ بڑا طاقتور قبیلہ ہے۔ قبیلہ کے سردار عبداللہ کی لڑکی فاطمہ تھی۔ صحرا کے آزاد ماحول میں اس نے پرورش پائی۔ دینی تعلیم گھر پہ حاصل کی تھی۔ گھر کا ماحول بہت زیادہ دینی تھا۔ یہ بھی دینی جذبہ سے سرشار تھی۔

۱۹۱۲ء میں اطالیہ نے طرابلس پر حملہ کر دیا۔ شیخ الاسلام نے اطالیہ کے ساتھ اعلانِ جنگ کر دیا۔ عبداللہ نے اردگرد کے قبائل کو جمع کیا اور دشمن کے مقابلہ پر سینہ سپر ہو گیا۔

رواج کے مطابق خواتین بھی میدانِ جنگ میں پہنچ گئیں۔ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ اور ان کو مشکیزوں سے پانی پلاتی تھیں۔ اِن میں گیارہ سال کی لڑکی فاطمہ بھی شامل تھی۔ ایک ترک فوجی افسر ڈاکٹر اسمٰعیل شباقی کا بیان ہے کہ وہ زخمیوں کی مدد کر رہی تھی۔ اِن کو پانی پلا رہی تھی۔ اِس وقت دشمن کی طرف سے شدید گولہ باری ہو رہی تھی۔ اس نے ایک جانب سے ایک زخمی کے کراہ کی آواز سنی۔ وہ اس طرف لپکی اور پھر گولوں کی بارش میں وہ ختم ہو گئی۔ (۱۲ رجب ۱۳۳۱)

علامہ اقبال نے بانگ درا میں اِس کے متعلق یہ اشعار لکھے ہیں :-

فاطمہ تو آبروئے امت مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے

یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی
غازیانِ دین کی سقائی تیری قسمت میں تھی

یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر

یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یا رب اپنی خاکستر میں تھی

خالدہ ادیب خانم :

خلافتِ عثمانیہ کے آخری ایام میں یہ نامور خاتون قسطنطنیہ میں تھی۔ یہ عالمہ فاضلہ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بے مثل خطیبہ تھی۔ یونانیوں کے خلاف جنگ میں اس نے حصّہ لیا تھا۔ تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ اس عورت نے سر پر مجاہدین کا سبز عمامہ باندھ رکھا تھا اور خود نوجوانوں کی قیادت کر رہی تھی۔ ایک مصنّف لکھتا ہے جس طرح حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جنگِ یرموک میں حصّہ لیا تھا۔ اس طرح خالدہ نے معرکہ سقاریہ میں حِصّہ لیا تھا۔ ایک تقریر میں انہوں نے کہا تھا۔

"ترکی ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچّوں کے دِل و دماغ میں وطن کی محبت اور اسلام سے عقیدت کا نقش بٹھا دیں۔ قومی عزت پر اِن کو کٹ مرنے کی تعلیم دیں"۔

بی اماں : آبادی بیگم

بی اماں کا نام آبادی بیگم تھا۔ یہ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی والدہ تھیں۔ یہ بڑی غیور اور صبور عورت تھیں۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں اِن کے خاندان نے بھرپور حصّہ لیا تھا۔ اِن کے تایا کو انگریزوں نے پھانسی پر لٹکایا تھا۔ اور ان کے باپ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روپوش ہو گئے تھے۔ ان کے والد کا نام احمد علی خاں تھا۔ امروہہ کے رہنے والے تھے۔ بی اماں کا مزار دہلی میں شاہ غلام علی نقشبندی کے احاطہ میں ہے۔

ستمبر ۱۹۲۱ء میں تحریکِ خلافت کے مُجاہد مولانا محمد علی جوہر کے خلاف انگریزی حکومت نے بغاوت کا مقدمہ چلایا۔ اس واقعہ سے بجائے خوف وہراس کے انکے اندر ایک نیا جوش اور نیا ولولہ پیدا ہو گیا۔ انہوں نے پردہ ترک کر دیا جس کی بڑھاپے میں اجازت ہے۔ وُہ سارے ملک کے دورے پر نکل کھڑی ہوئیں۔ ہر جگہ وہ خلافت تحریک کے حق میں تقریریں کرتی تھیں۔ اِس بڑھیا عورت کی تقریریں سُن کر عوام میں بے پناہ جوش پیدا ہوتا تھا۔ اِس زمانہ کا قومی ترانہ یہ تھا۔ ؎ بولی اماں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دیدو۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں حکیم اجمل خاں کی صدارت میں ایک جلسہ ۱۹۲۳ء میں منعقد ہوا۔ وہاں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

بٹیا! میں نے برقعہ اُتار دیا ہے۔ اس لیے کہ اب اس ملک میں کسی کی آبرو باقی نہیں رہی جو میں برقعہ پہنوں۔ میں نے اپنے جھنڈے کو لال قلعہ دہلی سے اترتے دیکھا (۱۸۵۷ء) اب میری آرزو یہ ہے کہ بدیسی جھنڈے کو لال قلعہ سے اترتے دیکھوں۔

انگریزی راج سے دشمنی ان کی رگ رگ میں پیوست تھی۔ ۱۳ ، نومبر ۱۹۲۴ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔ بی اماں صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ سفر حضر میں کبھی اِن کی نماز نہیں جاتی تھی۔ بلکہ سفر میں تہجد کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔ دینی کتابیں اور اخبارات وہ دوسروں سے پڑھوا کر سنتی تھیں۔

باب دوم

عمرانی علوم

شعر و ادب کی ماہر خواتین

مسلمان خواتین نے زبان و ادب اور شعر و شاعری میں خاص مقام پیدا کیا۔ عربی میں کئی مشہور و معروف شاعرات گزری ہیں۔ عہدِ صحابہ کی مشہور شاعرہ خنسار تھیں۔ جن کے اشعار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنے تھے۔ خلافتِ بنی امیہ اور بنی عباس میں شعر و شاعری کا زیادہ چرچا تھا۔ اس لیے اکثر باندیاں اور حرم سرا سے وابستہ کنیزیں شاعرات ہوتی تھیں۔ اسلامی اُندلس میں عربی شاعر نے بعض نئی جدتیں اختیار کیں۔ شاید یہ آب و ہوا کا اثر تھا۔

النوار

النوار فرزدق کی بیوی تھی۔ وہ شعر کی زبردست نقاد تھی۔ اس دور میں فرزدق اور جریر دو زبردست شاعر تھے۔ اور ایک دوسرے کے حریف تھے بعض دفعہ جریر اور فرزدق النوار کو جج بنا کر اشعار سناتے تھے۔ وہ فیصلہ کرتی تھی کہ کس کا شعر برتر ہے۔ ایک مرتبہ اس نے شوہر کے خلاف جریر کے حق میں فیصلہ دیا۔

تقریر بھی یہ بہت خوب کرتی تھی۔

مریم بنت یعقوب اُندلسیہ :

یہ اپنے دور کی مشہور شاعرہ اور ادب پرور خاتون تھیں۔ مگر ساتھ ہی بڑی پرہیزگار اور

دیانتدار تھیں۔ انہوں نے حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کیا تھا۔ ان کا مستقل قیام اشبیلیہ میں تھا۔ انہوں نے اپنے گھر پر ایک مدرسہ جاری کر رکھا تھا جس میں خواتین کو شعر و ادب کی تعلیم دیتی تھیں۔ مندرجہ ذیل اشعار ان کے بہت مشہور ہیں۔

تدب دبیب الطفل الی العصا
وتمشی بہا مشی الاسیر المکبّل
وما ترتجی من بنت سبعین حجۃ
وسیع کنسیج العنکبوت المهلهل

ستر سال کی بڑھیا سے اب کیا اُمید کی جا سکتی ہے جو لکڑی کے سہارے بچوں کی طرح چلتی ہے۔ جو بیڑی پہنے ہوئے قیدی کی طرح لڑکھڑاتی ہے۔ جو مکڑی کے جالے کی طرح پتلی اور ناتواں بن گئی ہے اسی مضمون کا اردو شعر یہ ہے:

چال ہے مجھ ناتواں کی مرغِ بسمل کی سی چال
ہر قدم پر ہے گماں اب یاں گرا اب یاں گرا

ولّادہ:

یہ اُندلس کے حکمران خلیفہ مستکفی باللہ کی صاحبزادی تھی۔ اپنے دور کی مشہور شاعرہ اور ادب نواز خاتون تھی۔ اس کی مجلس میں ادباء اور شعراء کا جمگھٹا رہتا تھا۔ بڑے لطیف اشعار کہتی تھی۔ اور اپنے دور کے مشہور شاعر ابن زیدون اور ابن عبدوس سے اشعار میں مقابلہ کرتی رہتی تھی۔ ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء میں اس کا انتقال ہوا ہے۔

خدیجہ بنت شیخ شہاب الدین نویری:

یہ بڑی عالمہ فاضلہ اور محدثہ خاتون تھیں۔ ان کا مکہ میں قیام تھا۔ یہ شعر کا بڑا پاکیزہ ذوق رکھتی تھیں۔ ان کی شاعری نعتِ رسول تک محدود رہی، جن میں جذبات، محبت اور عقیدت کا اظہار بڑے سلیقہ سے کیا گیا ہے۔

ام علی تقیہ :

ام علی تقیہ بنت ابوالفرج صوری بڑی فاضل خاتون تھیں۔ یہ بڑے اچھے شعر کہتی تھیں۔ ان کے قصائد بڑے مشہور ہیں۔ ابن خلکان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سلطان صلاح الدین کے بھتیجے ملک المظفر کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا اس میں شراب اور اس کے متعلقات کا ذکر تھا۔ جب سلطان کے سامنے وہ قصیدہ پڑھا گیا تو اس نے کہا کہ محترمہ نے یہ امور عہد طفلی میں دیکھے ہوں گے۔ یہ بات شاعرہ کو پسند نہیں آئی۔ اس نے ایک دوسرا قصیدہ لکھا جس میں فن حرب سے متعلق امور کا تذکرہ تھا اور پھر کہا علمی ھذا کعلمی بھذا ۔ جس طرح مجھے یہ باتیں معلوم ہیں، اسی طرح مجھے وہ باتیں بھی معلوم ہیں۔ اس خاتون کی وفات ۵۷۹ میں ہوئی۔

عائشہ تیموریہ :

جدید دور میں مصر کی باکمال شاعرہ عائشہ تیموریہ ہے۔ یہ بڑی فاضل خاتون تھیں عربی فارسی اور ترکی زبانوں میں کامل دستگاہ رکھتی تھی۔ عربی زبان کی باکمال شاعرہ تھی یہ صاحب دیوان خاتون ہے اس کا دیوان حلیۃ الطراز کے نام سے مطبوعہ ہے۔ اس کا ایک قصیدہ بہت مشہور ہے۔ جس کا مطلع ہے۔ بید العفاف احون عرضی۔ عفت کے ہاتھ سے میں اپنی آبرو کی حفاظت کرتی ہوں۔ تقریر بھی یہ بہت خوب کرتی تھی۔

یہ خاتون ۱۲۵۶ھ میں پیدا ہوئی اور ۱۳۲۰ھ میں فوت ہوئی۔

رابعہ قصداری

قصدار، خضدار بلوچستان کا ایک مشہور شہر ہے۔ تیسری صدی ہجری تک وہاں عرب خاندان آباد تھے۔ ان کی بڑی خوبصورت اور شاداب بستی دارالبیضار تھی جو پانی کے چشموں، انگوروں اور دوسرے پھلوں کے لیے مشہور تھی۔ رابعہ وہاں کی رہنے والی تھی کعب اس کے والد کا نام تھا۔ علوم متداولہ کی تحصیل کی

تھی۔ مگر علم ادب سے زیادہ شغف تھا۔ عربی اور فارسی دونوں زبانوں کی ماہر شاعرہ تھی۔ اس کی مہارت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے فارسی زبان کے بابا آدم ابوجعفر رودگی (۹۴۰ء) پر تنقید کی تھی۔ اور پھر اس سے مناظرہ کرنے بخارا آگئی تھی۔ جہاں وہ سامانی دربار کا ملک الشعرا تھا۔

قرۃ العین طاہرہ :

فارسی زبان میں شعر و ادب سے دلچسپی رکھنے والی خواتین بہت کثیر گزری ہیں۔ مگر ہم صرف ایک شاعرہ کے تذکرہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

قرۃ العین طاہرہ عربی زبان کی عالمہ تھی۔ قرآن و حدیث پر اس کو عبور حاصل تھا ایران کے ایک مجتہد کی بیٹی تھی۔ مگر اس نے "مذہب باب" قبول کر لیا تھا جس کی وجہ سے اس کو قتل کیا گیا (۱۸۵۲ء)۔ اس کی یہ غزل بہت مشہور ہے۔

گر بتو افتدم نظر چہرہ بہ چہرہ رو بہ رو
شرح دہم غم ترا نکتہ بہ نکتہ مو بہ مو

از پئے دیدن رخت ہمچو صبا فتادہ ام
خانہ بخانہ در بدر کوچہ بکوچہ کو بہ کو

مہر ترا دل حزیں بافتہ بر قماش جاں
رشتہ بہ رشتہ نخ بہ نخ تار بہ تار پو بہ پو

می رود از فراق تو خون دل از دو دیدہ ام
دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم چشمہ بہ چشمہ جو بہ جو

در دل خویش طاہرہ گشت و ندید جز ترا
صفحہ بہ صفحہ لا بہ لا پردہ بہ پردہ تو بہ تو

زاہدہ خاتون شروانی نزہت (ز-خ-ش)

زاہدہ خاتون نواب مزمل اللہ خاں رئیس بھیکم پور ضلع علی گڑھ کی لڑکی تھیں۔ دسمبر ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئیں۔ والد خود اہل علم تھے۔ اس لئے انھوں نے زاہدہ کو تعلیم اعلیٰ دلوائی مگر ساری تعلیم گھر پہ ہوئی۔ مشرقی تعلیم پورے انداز پہ ہوئی۔ مغربی تعلیم سے بھی واقفیت تھی۔ زاہدہ کو شعر و ادب سے خاص ذوق تھا۔ بڑے اچھے شعر کہتی تھیں۔ مگر انہوں نے کبھی کسی محفل یا مجلس میں شرکت نہیں کی۔ افسوس ان کا نوجوانی میں ۱۹۲۲ء میں انتقال ہوگیا۔ کلام کا اندازہ ذیل کے اشعار سے لگایا جا سکتا ہے۔

بیٹے کی یاد میں

اے غنچۂ باغِ نوجوانی　　اے ثمرۂ نخل زندگانی
اے معدن فوز و کامرانی　　اے مخزن فرح و شادمانی
اے مثل آب بحر، فانی　　اے شوہر مردہ کی نشانی

آنکھیں مری تجھ کو ڈھونڈتی ہیں

جب ہنستے ہیں بچے کھلکھلا کر　　ماں کی طرف انگلیاں اٹھا کر
دل پر مرے بجلیاں گرا کر　　اور نیک نصیب مائیں جا کر
منہ چومتی ہیں گلے لگا کر　　لگتا ہے جگر پہ تیر آ کر

آنکھیں مری تجھ کو ڈھونڈتی ہیں

جب رات کو لیٹتی ہوں تنہا　　جب پاتی ہوں دن میں گھر کو اجڑا
جب ملتی ہے خالی ہاتھ دایا　　جب دیکھتی ہوں ترا کھلونا
جب بولتا ہے کسی کا بچہ　　جب کہتا ہے کوئی ”ننھا“

آنکھیں مری تجھ کو ڈھونڈتی ہیں

رابعہ خاتون پنہاں :

اُردو زبان میں بھی خواتین نے شاعری کی ہے اور بڑے پاکیزہ اشعار لکھے ہیں جن سے ان کی قادرالکلامی ظاہر ہوتی ہے ۔ رابعہ خاتون مولوی عبدالاحد کی بیٹی تھیں ۔ ۱۹۰۶ء میں سہارن پور میں اِن کی ولادت ہوئی ۔ پرورش کا زمانہ الہ آباد میں گزرا جہاں اِن کے والد ڈی پی آئی آفس میں ہیڈ کلرک تھے ۔ جب ان کا انتقال ۱۹۲۵ء میں ہوگیا تو یہ بریلی میں آ گئیں ۔ جہاں ۱۹۲۷ء میں صغیر حسین سے ان کی شادی ہوگئی ۔

سات سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا ۔ خانگی طور پر اپنے والد سے فارسی، اردو اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی ۔ ۱۹۴۲ء سے شعرگوئی اور مضمون نویسی کا آغاز کیا ۔ اصلاحِ سخن سید ماجد علی ماجد وکیل ہائی کورٹ الہ آباد سے لیتی ۔ بڑی دیندار خاتون تھیں ۔ کلام کا نمونہ یہ ہے ۔

وحدت یکتا نازشِ تنہا قدسِ منزہ عرشِ معلیٰ جنتِ رعنا کوثر صہبا
برقِ تجلی تیرا جلوہ

سجدہ لرزاں توبہ عصیاں طاعت نازاں زینتِ قرآں سجدہ رقصاں بارشِ عرفاں
قدسِ جبیں کا تیرا جلوہ

پردہ دوراں صفحہ گرداں حشر بہ ساماں قُلّہ بہ داماں شوخی پنہاں غمزہ رقصاں
ندرتِ عشوہ تیرا جلوہ

منظر جلوت، پردہ خلوت مستی عشرت نشہ لذت نازشِ عصمت تابشِ عفت
چشمِ تماشا تیرا جلوہ

نازِ مصلیٰ نازشِ سجدہ قدسِ مدینہ نزہتِ طیبہ شوکتِ بطحا حرمتِ مکہ
عظمتِ کعبہ تیرا جلوہ

آمنہ خاتون عفت :

یہ مولوی عبدالاحد مرحوم کی سب سے بڑی لڑکی ہیں۔ 1905ء بمقام سہارن پور پیدا ہوئیں۔ اِن کی شادی مولوی ناظر حسن سے ١٩٤٠ء میں ہوئی۔ اُردو فارسی اور انگریزی کی تعلیم گھر پر والد کے ذریعے ہوئی۔ شعر و سخن کا ذوق فطری تھا۔ نمونہ یہ ہے۔

طلوعِ سحر

وقتِ نماز ایں است کیفِ نیاز ایں است

تارہ دمک رہا ہے دھندلا مسک رہا ہے بادل سرک رہا ہے جلوہ ٹپک رہا ہے
غنچہ چٹک رہا ہے بلبل چہک رہا ہے سبزہ لہک رہا ہے بیلا مہک رہا ہے
قطرہ ڈھلک رہا ہے ساغر چھلک رہا ہے شیشہ جھلک رہا ہے

وقتِ نماز ایں است کیفِ نیاز ایں است

شفاف آسماں ہے دریا سا اک رواں ہے بادِ صبا دواں ہے کیا حسین سماں ہے
غنچہ ہر ایک دواں ہے ہر پھول گلستاں ہے جلوہ ترا جہاں ہے ہر گل میں تو نہاں ہے
کیا جوشِ طائراں ہے ہر اک مدح خواں ہے دریا صحیفہ خواں ہے موجوں پہ اک اذاں ہے

وقتِ نماز ایں است کیفِ نیاز ایں است

زرینہ خانم حجاب :

یہ خاتون ضلع گجرات (پنجاب) کے ایک موضع جنوکی میں پیدا ہوئیں۔ دینی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ پرائمری کی تعلیم لڑکوں میں حاصل کی۔ پھر گھر پر اپنے بھائی سے فارسی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ شعر و سخن سے طبعی ذوق تھا۔ اِن کی شادی ١٩٠٩ء میں مولوی عبدالحق اختر کلرک فنانشل کمشنر آفس لاہور سے ہوگئی۔ اِن کے خسر مولوی مولا بخش واصف اور مہجور عربی فارسی کے عالم تھے اور شاعری کرتے تھے۔ سسرال میں اِن کو شاعرانہ ماحول میسر آیا۔ خسر نے بہو کے ذوق کی حوصلہ افزائی کی۔ اس طرح اِن کی شعری صلاحیتیں اُبھر آئیں۔

ترانۂ حمد

اے سب جہان کے مالک خالق ہے نام تیرا
ہر دو جہاں میں جاری ہے فیض عام تیرا

از ماہ تا بماہی تیری ہے بادشاہی
ارض وسماں کے اندر سب ہے نظام تیرا

تیرا کمال کامل ہے ابتدا سے یا رب
ہو انتہا نہ جس کی وہ ہے دوام تیرا

کوکو میں قمریوں کے، نغمے میں بلبلوں کے
مستور تیرا جلوہ، مخفی قیام تیرا

طیور ہوں کہ حیواں، وحشی ہوں کہ انساں
کرتے ہیں ذکر سارے ہر صبح وشام تیرا

تجھ کو بھلا چکے تھے جو لوگ ان کی جانب
آیا جہاں میں لے کر احمدؐ پیام تیرا

دنیا کے گمرہوں کا رہبر ترا پیمبر
مشعل رہ ہدیٰ کی قرآں کلام تیرا

قسمت پہ ہو نہ اپنی نازاں حجاب کیوں کر
کہتی ہے اس کو دنیا ادنیٰ غلام تیرا

آمنہ بیگم:

یہ خان بہادر میاں غلام رسول کی صاحبزادی تھیں۔ ان کا تعلق چینوٹ ضلع جھنگ کے ایک قدیمی خاندان سے تھا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ علامہ نواب سعد اللہ خاں

شاہجہاں بادشاہ کے وزیرِاعظم تھے۔ آمنہ بیگم سرگودھا میں پیدا ہوئیں۔ جہاں اس وقت ان کے والد ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ پر فائز تھے۔ انہوں نے خانگی طور پر اپنی بیٹی کو عربی فارسی اور اردو کی تعلیم دلائی۔ کسی قدر انگریزی بھی سکھائی۔ والد نے ان کو قرآن مجید کا ترجمہ سکھایا۔ مگر طبیعت کا ذوق شعرگوئی کی جانب تھا۔ اس لیے شعرائے کے دواوین کا مطالعہ کیا۔ یہ قومی اور ملی شاعری کرتی ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

تجھ سے کچھ دور نہیں رحم کر اے ربِ رحیم
قوم کا نیرِ اقبال درخشاں کر دے

ہر گھڑی بول ہو اسلام کا ہر سو بالا
اور جمعیتِ اعدا کو پریشان کر دے

مرد میداں میں غازی ہیں نمازی ہیں ترے
قوم مسلم پہ تو اب بارشِ احسان کر دے

باہم اخلاص محبت بھی ہمدردی بھی
اختلاف ان کا مٹا کر انہیں یک جان کر دے

نام کو کافر و حاسد نہ رہے دنیا میں
اور مُسلمان کو تو پھر سے مُسلمان کر دے

جاہلیت کی گھٹائیں جو اڑیں بن کے دھواں
مہرِ اسلام پھر عام کر درخشاں کر دے

جس نے طوطی کو دیا نغمہ تو بلبل کو فغاں
آمنہ کو بھی جو چاہے تو غزل خواں کر دے

زبانوں کی ماہر خواتین

بعض خواتین کا رجحانِ طبع زبانیں سیکھنے کی جانب تھا۔ وہ کئی زبانیں سیکھ لیتی تھیں اور بول سکتی تھیں۔

امۃ الحبیب :

اُمۃ الحبیب مشہور فاتح عالم امیر تیمور گورگانی کی بیگم تھی۔ یہ خاتون مختلف زبانیں جانتی تھی مثلاً عربی، فارسی، ترکی اور چینی۔ مؤرخین نے اسکی زبان دانی کا ذکر کیا ہے۔ اس سے اس عورت کی زبان دانی کا اندازہ ہوتا ہے۔

چاند بی بی

احمد نگر کی ملکہ مشہور جنگجو خاتون سلطان چاند بی بی کو علم و فیض کا بھی کافی شوق تھا۔ وہ عربی، فارسی، ترکی، دکنی اور کنڑی زبانیں اچھی طرح جانتی تھی۔

نور جہاں ناز :

یہ مرزا محمد علی سابق قونصل جنرل ایران مقیم بمبئی کی صاحبزادی تھیں۔ انہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی اور مختلف زبانیں سیکھی تھیں مثلاً عربی، فارسی، اردو، گجراتی کے علاوہ انگریزی، فرینچ اور لاطینی زبانیں اچھی طرح جانتی تھیں۔ دو مختلف قسم کی دستکاریاں بھی جانتی تھیں۔ مطالعہ کتب کا بے حد شوق تھا۔ اور ان سب پر مستزاد یہ ہے کہ اعلیٰ مغربی تعلیم حاصل کرنے کے باوجود مذہب کا رنگ اس پر بہت گہرا تھا۔ پردہ کی پابند تھیں قدیم تہذیب کی دلدادہ تھیں۔ اخبارات اور رسائل میں اس کے مضامین شائع ہوتے تھے۔

تاریخ کی ماہر خواتین

گلبدن بیگم :

یہ شہنشاہ بابر کی بیٹی اور ہمایوں بادشاہ کی سوتیلی بہن تھی۔ یہ ۱۵۲۲ء میں پیدا ہوئی۔ اور ۱۶۰۳ء میں فوت ہوئی اِس کی قبر آگرہ میں ہے۔ اس نے ہمایوں بادشاہ کے واقعات پر ایک کتاب ہمایوں نامہ لکھی جس کو گلبدن نامہ بھی کہتے ہیں۔ بابر اور ہمایوں کی خانگی زندگی کی تصویر اِس کتاب میں نظر آتی ہے۔ انگریز مستشرق خاتون بیوریج نے تصحیح کر کے اس کو شائع کر دیا ہے۔ یہ بڑی مستند تاریخ ہے۔

خجستہ سُلطانہ :

حیدر آباد دکن کی یہ خاتون عربی، فارسی زبانوں میں کامل دستگاہ رکھتی تھی۔ اِسے تاریخ سے خاص ذوق تھا۔ تاریخ پر اس نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں تاریخِ تیمور خاص طور پر مشہور ہے۔

احتشام النساء :

یہ بھی حیدر آباد دکن کی رہنے والی بڑی فاضلہ خاتون تھیں۔ عربی، فارسی زبانیں جانتی تھی۔ اِس کو علمِ تفسیر، مغازی، اور تاریخ سے خاص طور پر دلچسپی تھی۔ قدرے شعر و سخن کا بھی ذوق تھا۔

فلسفہ و ریاضی کی ماہر خواتین

علم ریاضی و فلسفہ

لُبانہ ایک عالی خاندان عورت تھی ۔ اس کو علم ہندسہ اور علم ریاضی میں بڑا کمال حاصل تھا۔ بڑے مشکل سوالات باتوں میں حل کر دیتی تھی ۔ مشہور علم دوست خلیفہ الحکم ثانی نے اس خاتون کو اپنا پرائیویٹ سیکرٹری بنا لیا تھا۔

سعیدۃ النساء حرماں

یہ مولانا فضل حق خیر آبادی کی دختر تھیں۔ اپنے والد سے عربی فارسی اور علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی۔ خاندانی علم قدیم فلسفہ میں بڑا درک حاصل تھا۔ ان کی شادی مولوی سید حسین خیر آبادی سے ہوئی تھی ۔ مضطر خیر آبادی ان کے ہی لڑکے تھے۔ انہوں نے ساری تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی تھی۔ شعر و ادب سے بھی لگاؤ تھا۔ یہ ان کا شعر ہے ؎

خانۂ یار کا تم کو کیا پتہ بتلاؤں

جیسا مشتاق ہو نزدیک بھی ہے دور بھی ہے

منتظم و معاملہ فہم خواتین

زوجہ خلیفہ منصور عباسی

بنی امیہ کے دورِ اقتدار میں بنی ہاشم کے لوگ دیہات میں چھپ کر زندگی گزارتے تھے۔ ایسے حالات میں منصور نے ایران کے ایک دور کے گاؤں میں زندگی گزاری تھی۔ اس نے شہری رونق اور طمطراق دیکھا ہی نہیں تھا۔ ان کے والد کے معتقد بغداد کے ایک دولت مند تاجر نے اپنی لڑکی سے منصور کی شادی منظور کر لی۔

شب زفاف میں لڑکی زرق برق لباس پہن کر آئی۔ اس کو دیکھ کر وہ بھونچکا رہ گیا۔ جب کافی وقت گزر گیا اور یہ ساکت رہا تو ذہین لڑکی معاملہ سمجھ گئی۔ وہ دوسرے کمرے میں جاکر سادہ کپڑے پہن کر آئی۔ تب اس کی حیرت دور ہوئی۔

کمالیہ بنت نجم الدین :

قاضی مکہ شیخ نجم الدین احمد کی صاحبزادی کمالیہ علم و فضل میں صاحبِ کمال تھی۔ مگر اس کے ساتھ بڑی عالی حوصلہ اور معاملہ فہم تھی۔ ان کے شوہر شیخ خلیل مالکی کا ان کے متعلق بیان ہے:

"وہ اتنی حوصلہ مند خاتون تھیں کہ اگر پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹانے کا ارادہ کر لے تو ضرور

کر ڈالے گی۔

بنتِ خواجہ فریدالدین دہلوی :

یہ سرسیّد احمد خاں کی والدہ اور خواجہ فریدالدین دہلوی کی بیٹی تھی۔ اِن کا گھرانہ امرا کا گھرانہ تھا۔ خواجہ فریدالدّین کو انگریز کمپنی خاص خاص مہموں پر مختلف حکمرانوں کے پاس بھیجتی تھی۔ ایک مرتبہ مہاراجہ رنجیت سنگھ پنجاب نے اِن کو وزارتِ عظمیٰ کی پیش کش کی اور پیشگی تیس ہزار روپیہ کی خطیر رقم اِن کو بھیج دی۔ خواجہ فریدالدّین نے اپنی لائق بیٹی سے مشورہ کیا۔ بیٹی نے کہا:

"ہم انگریزی علاقے میں رہتے ہیں۔ اِس صورت میں سکھ ریاست میں وزارتِ عظمیٰ قبول کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ کسی موقع پر سارے خاندان پر وبال آسکتا ہے۔"

خواجہ فریدالدین نے بیٹی کی بصیرت اور معاملہ فہمی کی تعریف کی۔ اور رنجیت سنگھ کی پیش کش رَد کر دی۔

افضل النساء بیگم

افضل النساء فتح آباد کے منصف نظام الدین خاں افضل کی بیٹی تھیں۔ انہوں نے ساری تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ فنِ طب کی بھی تعلیم حاصل کی۔ ان کی شادی مولوی اصغر علی خاں ڈپٹی کلکٹر بھرت پور سے ہوئی تھی۔ ڈپٹی صاحب مقدمات کی مثلیں (فائل) گھر پر لے آتے تھے۔ لائق فائق بیگم اس کام میں ان کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ وہ مثلیں پڑھتیں اور پھر ان پر فیصلے لکھ دیتی تھیں۔ شوہر ان پر صرف دستخط کر دیتے تھے۔ حکیم ریاض علی اکبر آبادی نے طب کی تعلیم افضل النساء بیگم سے ہی حاصل کی تھی۔ فریضہ حج ادا کیا۔ اور روداد سفر مرتّب کی۔ ان کا انتقال ۱۹۱۷ء میں ہوا ہے۔

بیگم حسرت موہانی

یہ پہلی مسلمان خاتون ہے جس نے اپنے شوہر کے پہلو بہ پہلو آزادی کی جنگ میں حصہ لیا۔ مولانا حسرت موہانی کو جب حکومتِ برطانیہ نے جیل میں ڈال دیا تو اس خاتون نے ان کے رسالہ اُردوئے معلیٰ کو خود باقاعدگی سے نکالا۔ حسرت نے جب کھادی اسٹور جاری کیا تو یہ بھی کھدر ہی میں ملبوس ہو گئی۔ حسرت قلندرانہ طبیعت کے مالک تھے۔ بس خیال آیا اور وہ لمبے سفر پر روانہ ہو گئے۔ تیاری بس اس قدر ہوتی تھی کہ اندر جا کر کہتے۔ بیگم میرا بقچہ لانا میں سفر پر جا رہا ہوں۔ بقچہ بغل میں دبایا اور روانہ ہو گئے۔ حج پر اس انداز میں گئے۔ سارے معاملات یہ منتظم خاتون خود سنبھالتی تھی۔ یہ بڑی منتظم خاتون تھیں۔

اسماء بنت خارجۃ الفرازی

اس معاملہ فہم خاتون نے شادی کے بعد اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت یہ نصیحتیں کیں۔

"اے بیٹی! اب تو وہ گھونسلہ چھوڑ رہی ہے جس میں تو پروان چڑھی۔ اور اس بستر کی طرف جا رہی ہے۔ جسے تو نہیں جانتی۔ اور اس آدمی کے پاس جا رہی ہے جس سے تو مانوس نہیں ہے۔ بس تو اس کے لیے زمین بن جا تاکہ وہ تیرے لئے آسمان بن جائے۔ تو اس کے لئے فرش بن جا تاکہ وہ تیرے لئے ستون بن جائے۔ تو اس کے لئے باندی بن جا تاکہ وہ تیرے لئے غلام بن جائے۔ تو اس سے چمٹو مت ورنہ وہ تنگ ہو جائے گا۔ نہ اس سے دُور رہیو ورنہ وہ تجھے بھول جائے گا۔ اگر وہ تیرے قریب آئے تو تُو بھی قریب ہو جا۔ اگر وہ

تجھ سے دُور ہو تو تُو بھی دُور ہو جا۔

اس کی ناک، کان اور آنکھوں کی حفاظت کرلیو۔ وہ سونگھے تو تیری خوشبو سونگھے۔ وہ سُنے تو تیری اچھی باتیں سُنے۔ اور وہ دیکھے تو تجھے خوبصورت دیکھے۔

فنِ خطاطی کی ماہر خواتین

اسلامی تاریخ میں فنِ خوشنویسی اور خطاطی نہایت مقبول ترین فن رہا ہے۔ عوام اور خواص سب اس فن کے قدرداں ہوتے تھے۔ خطاطی کے فن پر سینکڑوں روپے قربان کر دیتے تھے۔ مردوں کے ساتھ ساتھ بعض خواتین نے بھی اس فن میں نام آوری حاصل کی ہے۔ عام طور پر عربی میں ایسی خواتین کے نام کے ساتھ کاتبہ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ خواتین کے لیے اس فنِ شریف میں ایک وجہ کشش یہ بھی تھی کہ یہ اچھا ذریعہ روزگار بھی ہے۔ آج بھی کراچی میں انوری بیگم وہ خاتون ہے جو کتابت سے روزی حاصل کرتی ہے۔

بنت الاقرع بغدادیہ:

یہ اپنے دور کی مشہور کاتبہ تھی۔ اس نے فن کی تحصیل مشہور استادِ فن ابن البواب سے کی تھی۔ اور پھر ایک خاص طرز اختراع کی تھی جو بعض کاتبوں میں مقبول ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ سلجوقی حکمران اور شاہِ روم کے درمیان صلح ہوئی۔ صلح نامہ کی کتابت کے لیے وزیرِ اعظم ابوالنصر عمید الملک کندری نے بنت الاقرع کو بلوایا۔ اس نے اس کی کتابت کی۔ یہ صلح نامہ ایک صفحہ پر مکتوب ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ موتی پرو دیئے گئے ہیں۔ اس پر خوش ہوکر وزیر نے بنت الاقرع کو ایک ہزار دینار سُرخ عطا کیے۔ یہ تحریر شہنشاہ روم نے نمونہ کے طور پر محفوظ کرلی تھی۔

صفیہ بنت عبداللہ:

اندلس کی یہ خاتون فنِ خطاطی میں مشہور تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی عورت نے اس کے خط میں نکتہ چینی اور عیب جوئی کی۔ اس کے جواب میں اس نے یہ اشعار کہے:

وعاتیۃ خطی فقلت لھا اقصری　　فسوف اریك الدر فی نظم مسطری

وناديت کفی کی تجود بخطھا　　وقربت اقلامی ودورقی ومحبری

فخططت بابیات ثلاث نظمتھا　　یبدولھا خطی وقلت لھا انظری

"میری کتابت پر نکتہ چینی کرنے والی خاتون سے میں نے کہا۔ اچھا میں تجھے موتی پرو کر دکھاتی ہوں۔ میں نے انگلیوں کو بلایا کہ وہ حسنِ خط کا مظاہرہ کریں۔ قلم، دوات اور کاغذ میں نے اس کو مہیّا کر دیئے۔ پھر میں نے تین اشعار لکھے جس سے میرے خط کا حسن ظاہر ہوتا ہے۔ اور پھر اس نکتہ چیں عورت سے کہا 'لے دیکھ۔'"

قرطبہ کی کاتبات :

ابن فیاض نے اخبارِ قرطبہ میں لکھا ہے کہ قرطبہ کے شرقی علاقے میں عالمات، حافظات خواتین ایسی تھیں جو خط کوفی میں قرآن مجید کی کتابت کرتی رہتی تھیں۔ واضح رہے کہ اس زمانہ میں مطبع ابھی ایجاد نہیں ہوا تھا۔ اس لیے قلمی قرآن مجید کی طلب بہت زیادہ ہوتی تھی۔

مغل شاہزادیاں :

مغل حکمرانوں کو فنِ خطاطی سے عشق تھا۔ تمام مغل شاہزادے اور شاہزادیاں اس فن شریف کی باقاعدہ تحصیل کرتی تھیں۔ شاہزادی جہاں آرا بیگم اور زیب النساء بیگم بہت اعلیٰ خوش نویس تھیں۔ شاہجہاں کی پوتی شاہزادی خانم نے خط ریحان میں کمال مہارت سے قرآن مجید لکھا جس کے آخر میں اپنا نام اور نسب درج کیا ہے۔ یہ نسخہ بانکی پور پٹنہ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

بادشاہ بیگم دہلوی :

اس خاتون نے مشہور استادِ زمانہ محمد امیر پنجہ کش دہلوی (م ۱۸۵۷ء) سے فن خطاطی کی تحصیل کی۔ بہادر شاہ ظفر نے اس کے ہاتھ کی وصلیاں دیکھ کر اس کو نادر رقم کا خطاب دیا تھا۔ فن کتابت کے علاوہ یہ عالمہ، شاعرہ اور طبیبہ بھی تھی۔ انگریزی سے بھی اس

کو واقفیت تھی۔

فاطمۃ الکبریٰ :

یہ مولوی محمد الدین خطاط کی لڑکی اور مشہور خطاط محمد یوسف دہلوی کی بہن ہے۔ فنِ خطاطی میں بڑی ماہر تھی۔ خطِ نسخ سے اور قرآن مجید کی کتابت سے اس کو خاص شوق تھا۔ انتہائی احترام کے ساتھ باوضو ہو کر وہ قرآن مجید کی کتابت کرتی تھیں۔ دہلی اور علی گڑھ کی نمائش میں اس کی تحریر کے نمونے انعامات حاصل کر چکے ہیں۔ انہوں نے ایک پنج سورہ لکھ کر شاہجہاں بیگم والیہ بھوپال کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ بیگم نے اس کو بہت پسند کیا اور کاتبہ کو مرصع پہنچیوں کی ایک جوڑی انعام میں دی۔

خطاطہ بنت خداوری

یہ اپنے دور کی نادر زمانہ خطاطہ تھی۔ ہاتھ کے علاوہ پیر سے یہ اتنا خوبصورت لکھتی تھی کہ دوسرے ہاتھ سے نہیں لکھ سکتے تھے۔ اپنی ضرورت کے لیے اس نے خاص انداز پر قلم تراشا تھا۔ وہ اپنے داہنے پیر کی انگلیوں میں قلم پکڑ کر لکھتی تھی۔

محمد کامل کے زمانہ میں ۱۲۲۶/۶۳۳ھ وہ اسکندریہ سے قاہرہ آئی تھی۔ اور وزیر رضوان کی خدمت میں پیش ہوئی تھی۔ وزیر نے اس کی بڑی عزت اور توقیر کی۔ (اخبار الدول۔ محمد بن عبد المعطی اسحاق ۱۰۶۰ھ۔ قاہرہ)

صحافی خاتون

بلقیس جمال بیگم نے ۱۸۸۵ء میں چراغ کعبہ کے نام سے ایک ماہنامہ دہلی سے جاری کیا تھا۔ اس کی مدیرہ فاطمہ بیگم تھیں۔ کسی خاتون کی ادارت میں نکلنے والا یہ پہلا اردو رسالہ ہے۔ (اختر شاہنشاہی ص ۱۰۳)

فنِ طب کی ماہر خواتین

رفیدہ انصاریہ :

بعض خواتین طب سے دلچسپی رکھتی تھیں، مشہور صحابیہ اسمار بنت ابی بکر علاج معالجہ کرتی تھیں لیکن رفیدہ انصاریہ فن جراحت میں بڑی مہارت رکھتی تھیں۔ مسجد نبوی کے صحن میں ان کا خیمہ نصب کیا جاتا تھا۔ وہ وہاں بیٹھ کر مریضوں کا علاج کیا کرتی تھیں۔

طبیبہ زاہراویہ :

اندلس میں بنو زہرہ کا خاندان تین صدیوں تک علم و فن، شعر و ادب اور طب و جراحت کے علوم کا علمبردار رہا ہے۔ بڑے بڑے نامی گرامی علمار اور حکمار اس خاندان میں پیدا ہوئے ان میں ابوبکر زاہرادی (۱۱۹۹ء - ۱۲۱۲ء) نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی۔ ان کے بیٹے اور پوتے بھی طبیب تھے۔ پوتے کی بہن اور بھانجی بھی خاندانی ورثہ کے مطابق طبیبہ تھیں۔ اور ہر قسم کا علاج معالجہ کرتی تھیں۔ شاہی محل سے متعلق معالجہ کی تمام ذمہ داریاں ان خاتون طبیبہ کے ذمہ تھیں۔ ان کے علاوہ قرطبہ میں ایسی طبیبہ خواتین بھی تھیں جو باقاعدہ اپنا مطب کرتی تھیں۔

ستی النسار خانم :

شاہجہاں بادشاہ کے زمانہ میں دہلی میں ستی النسار خانم ایسی خاتون تھیں جو علاج معالجہ کے

سلسلہ میں بڑی شہرت رکھتی تھیں۔ اس خاتون نے طب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی اور وہ اپنا جُدا مطب چلاتی تھیں۔

جولیانہ: آخری مغل حکمرانوں کے دور میں ایک فرنگی طبیبہ بھی تھی۔ جس کا نام جولیانہ تھا۔ جو باقاعدہ علاج معالجہ کرتی تھی۔ یہ پرتگالی خاتون تھیں۔ اس نے اورنگ زیب، بہادر شاہ، جہاندار شاہ اور فرخ سیر چار شہنشاہوں کا زمانہ دیکھا تھا۔ مغل حکمرانوں نے اسلامی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے علاج معالجہ کے لیے حرم میں آنے کی اجازت دے دی تھی۔

علوم کی شوقین خواتین

زیب النساء بیگم

زیب النساء اورنگ زیب عالمگیر کی لڑکی تھی۔ تیموری شاہزادیوں میں علم وفضل میں سب سے افضل تھی۔ بچپن میں مریم زمان سے قرآن مجید حفظ کیا۔ دوسرے علوم میں اندرانی سے حاصل کئے۔ فقہ، اصول فقہ، علم حدیث، شعر وادب میں دسترس حاصل کی۔ فنِ خطاطی سے مغل حکمرانوں کو خاص ذوق تھا۔ شاہزادی نے بھی خط کی تعلیم حاصل کی۔ وہ نسخ، نستعلیق، شکستہ نہایت خوبی کے ساتھ لکھتی۔ خود بھی ایک ممتاز شاعرہ نویس علماء وفضلاء ماہرین فن کا اس کے یہاں مجمع لگا رہتا تھا۔ مولانا شبلی اس کی مجلس کو ایک طرح کی اکیڈمی (بیت العلوم) قرار دیتے ہیں۔ اس مجلس کے ایک عالم صفی الدین نے ایک کنیز ہارون الرشید کی خدمت میں پیش کی تھی۔ جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی۔ خلیفہ نے قبول کر لی مگر اس شرط کے ساتھ کہ کنیز کا امتحان لیا جائے۔ خلیفہ نے نہایت مشہور علمائے دینیات فقہ، تفسیر، طب، فلکیات، فلسفہ، خطابت شطرنج نے یکے بعد دیگرے سوال کر کے امتحان میں ہر مرتبہ اس نے اطمینان بخش جوابات دیئے۔ اور پھر ہر عالم سے اس نے ایک ایک سوال کیا جس کا وہ جواب نہ دے سکے۔

اسلامک سویلزیشن ۲۹۵

خواتین نواب عماد الملک بلگرامی :

نواب کا بیان ہے کہ میرے گھر کی تمام لڑکیوں نے اچھی تعلیم پائی ہے۔ عربی، فارسی زبانیں خوب جانتی ہیں۔ انگریزی زبان بھی جانتی ہیں۔ علوم دین میں تفسیر، حدیث و فقہ میں ان کو دستگاہ حاصل ہے۔ عربی زبان کے قصائد خصوصاً دورِ جاہلیت کے قصائد خوب سمجھتی ہیں۔ اس کے ساتھ لطف کی بات یہ ہے کہ امورِ خانہ داری میں بھی سلیقہ مند ہیں۔ میری بھتیجی جب مجھے خط لکھتی ہے تو عربی زبان میں لکھتی ہے۔

نفیس دُلہن بیگم :

یہ صدر یار جنگ نواب حبیب الرحمن خاں شروانی علی گڑھی کی زوجہ محترمہ ہیں۔ انہوں نے عربی، فارسی کی تعلیم اپنے والد مولوی عبد الغنی سے حاصل کی۔ علومِ دینی کے علاوہ شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ ان کے مضامین مختلف دینی اور ادبی رسالوں میں شائع ہوتے تھے۔

خجستہ اختر بانو :

یہ مشہور سیاسی رہنما حسین شہید سہروردی کی والدہ تھیں۔ ۱۱ سال کی عمر میں یتیم ہو گئی تھیں۔ مگر والدہ نے ان کو بہترین تعلیم دلوائی۔ انہوں نے کلکتہ یونیورسٹی سے فارسی زبان میں آنرز کیا۔ اور پہلی پوزیشن حاصل کی۔ حکومت نے ان کو پانچ ہزار انعام دیا۔ یہ انگریزی اور فارسی بڑی روانی سے بولتی تھیں۔ شاہجہاں بیگم نواب بھوپال نے ان کو اپنے یہاں ملازم رکھنا چاہا۔ مگر وہ نہ گئیں۔ ان سے ملاقات کرنے کے لیے وائسرائے ہند لارڈ منٹو کی لیڈی نے ان کے گھر آکر ان سے مُلاقات کی تھی۔

جس زمانہ میں تعلیم بہت کم تھی۔ انہوں نے نہایت اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ مگر اس کے باوجود دیندار اور پردہ کی سخت پابند تھیں۔ طبیعت میں بے حد انکسار تھا۔ رفتار گفتار میں کسی طرح یہ ظاہر نہیں ہوتی تھی کہ یہ اعلیٰ مغربی تعلیم یافتہ خاتون ہیں۔ وہ ہر معاملہ میں قدیم مشرقی تہذیب کی دلدادہ تھیں۔

محنت ومشقت کرنے والی عورتیں

گھریلو کام کاج کے علاوہ بعض خواتین محنت ومشقت سے روزی فراہم کرتی تھیں۔ بچے پڑھاتی، چرخہ کاتتی کپڑے سیتی تھیں، وغیرہ مختلف ذرائع اختیار کرتی تھیں اور اپنی خودداری اور غیرت پر حرف آنے نہیں دیتی تھیں۔

حضرت سلمہ رض

جب ان کو طلاق ہوگئی تو روزی کمانے کے لیے وہ کھجور کے باغ میں مزدوری پر جانے لگیں۔ بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں۔ اور مزدوری کے متعلق سوال کیا۔ آپ صلعم نے اس کی اجازت دے دی اور فرمایا نیکی کماؤ۔ صدقہ دو۔

حضرت زینب رض بنت جحش

ام المومنین حضرت زینب رض بنت جحش بڑی فاضل اور خوددار خاتون تھیں۔ عبادت وزہد کے ساتھ ساتھ وہ اپنی روزی خود کماتی تھیں۔ وہ اپنے گھر میں بکری کی کھال کی دباغت کرتی تھیں۔ ان کے مشکیزے بناتی تھیں۔ اور پھر ان کو فروخت کرتی تھیں۔

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر

اپنا قصہ وہ خود بیان کرتی ہیں۔ جب میری شادی ہوئی تو حضرت زبیرؓ تنگ دست تھے۔ ان کے پاس کوئی خادم یا غلام نہیں تھا۔ گھر پر ایک گھوڑا اور ایک اونٹ تھا۔ میں ان کی خدمت کرتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نخلستان حضرت زبیرؓ کو دیا تھا۔ وہ مدینہ سے تین میل دور تھا۔ میں روزانہ وہاں جاتی۔ کھجور کی گٹھلیاں جمع کر کے سر پر رکھ کر لاتی۔ وہ گھوڑے اور اونٹ کو کھلاتی۔ کنویں سے پانی بھر کر لاتی۔ جانوروں کو پانی پلانے لے جاتی۔ سارے کام میں خود کرتی تھی البتہ مجھے روٹی پکانی نہیں آتی تھی۔ آٹا میں گوندھ کر رکھ دیتی۔ پڑوس میں ایک عورت بڑی مہربان رہتی تھی وہ روزانہ روٹی پکاتی تھی۔

ایک روز میں گٹھلیوں کی گٹھڑی سر پر رکھ کر لا رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہو گیا۔ دوسرے صحابہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے میرے لیے اونٹ بٹھا دیا مگر میں شرم و حیا کی وجہ سے دور ہی کھڑی رہی۔ اور آخر میں آپ چلے گئے۔

گھر میں آکر میں نے حضرت زبیرؓ سے ذکر کیا۔ انھوں نے کہا تمہارا گٹھڑی اٹھا کر لانا میرے لیے ناگوار ہے۔ مگر وہ کر کیا سکتے تھے۔ کچھ دن کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے میرے لیے ایک غلام بھیج دیا۔ جس کے بعد مجھے گھوڑے اور اونٹ کی خدمت سے چھٹی ملی۔

زراعت و تجارت کرنے والی خواتین

بدرالنساء بیگم :

یہ مولوی نصیرالدین مصنف "دکن میں اردو" کی والدہ ہیں۔ اِن کے اندر انتظامی قابلیت بہت زیادہ تھی۔ جوانی میں بیوہ ہوگئی۔ انھوں نے نہایت سلیقہ سے اپنے گھر کو اور اپنی جائیداد کو سنبھالا۔ تمام مالی امور کی نگرانی یہ خود کرتی تھی۔ زمین جائیداد کے تمام معاملات خود انجام دیتی تھیں۔ خود زمینوں پر جاکر نگرانی کرتی تھیں۔ اِن کو باغبانی کا شوق تھا۔ حیدرآباد دکن میں ایک سادہ زمین خرید کر اس پر اپنی مرضی کے مطابق ایک عالیشان باغ لگوایا۔ ہر مرحلہ پر اس کی نگرانی خود کرتی رہیں۔ یہ ایک نمونہ کا باغ تھا۔ اس سب کے باوجود نہایت دیندار اور نیک باپردہ خاتون تھیں۔

عائشہ خاتون جیلانیہ :

یہ ایک عالمہ فاضلہ خاتون تھیں۔ عدن عرب میں رہتی تھیں۔ تجارت کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا۔ بڑی بااخلاق اور بامروّت خاتون تھیں۔ اس کو عدن سے مکہ مکرمہ بار بار آنا ہوتا تھا۔ مگر حجاب کی پابندی کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا۔ یہ بڑی کامیاب تاجرہ تھیں۔

باب سوم

رفاہی ادارے و خدمتِ خلق

مدارس قائم کرنے والی خواتین

ایک میدان جس میں خواتین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور بہت زیادہ سرگرمی دکھائی ہے وہ ہے مدارس کا قیام اور دوسرے رفاہی اداروں کا قیام ۔ یہ ادارے یہ خواتین محض ثواب کی خاطر قائم کرتی تھیں کوئی دنیوی غرض اس میں شامل نہیں ہوتی تھی ۔

جامعہ قرویین ــــ فاطمہ بنت محمد الفہری ۔

یہ جامعہ مراکش کے شہر فاس میں قائم ہے۔ اس جامعہ کی عمارت ایک مالدار تاجر کی لڑکی فاطمہ بنت محمد الفہری نے اپنے والد سے ترکہ میں حاصل کی ہوئی حلال آمدنی سے تعمیر کرائی تھی۔ یہ ۲۴۵ھ/ ۸۵۹ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ یہ دنیا کی قدیم ترین درس گاہ ہے۔ یورپ اور ایشیا کی کوئی درس گاہ اس سے قدیم نہیں ہے۔ جب اس جامع کی تعمیر ہوتی رہی وہ نیک نہاد خاتون تقرب الٰہی کے لیے روزے رکھتی رہی ۔

فنِ تعمیر کے لحاظ سے بھی یہ ایک اعلیٰ نمونہ کی عمارت ہے۔ اس میں چودہ دروازے ستر ستون، اکیس محراب دار صفیں تھیں۔ اس میں تیئیس ہزار افراد آسانی سے نماز ادا کر سکتے تھے وضو کا انتظام بھی نہایت عمدہ تھا۔ وسطِ عمارت میں بے داغ سنگِ مرمر کی ایک نہر جاری ہے۔ دونوں کناروں پر چھوٹے چھوٹے بارہ دری نما سقادے (ٹنکی) اس قدر شبک اور خوش نما ہیں کہ قصرِ الحمرا، (اندلس) کا دھوکہ ہوتا ہے۔ سقادوں سے شفاف پانی کی دھار رم جھم کرتی مستانہ وار گرتی ہے اور دوسری طرف بارہ دری میں جا کر غائب ہو جاتی ہے ۔

اس کی آرائش بھی بڑے اعلیٰ پیمانے پر ہوئی ہے۔ ابتدا میں اس کے اندر ۱۲۰۰

روشنی کے لیے فانوس لگائے گئے تھے۔ جن میں ہر ایک کی قیمت ایک ہزار دینار سُرخ تھی۔
یہ بڑے بڑے فانوس تھے۔ ہر فانوس میں ۴۵ گلاس روشنی کے لگے ہوئے تھے۔ ماہِ رمضان
میں جب سارے فانوس روشن کیے جاتے تھے تو مسجد ایک بقعۂ نور بن جاتی تھی۔ مسجد کے مینار
زیادہ بلند نہیں تھے۔ مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ بارہ بجے شب کے بعد سے حفاظ میناروں پر
چڑھ کر تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ہر حافظ نصف گھنٹہ تک باآواز بلند تلاوت
کرتا رہتا تھا۔ یہ عجب پُرکشش اور مسحورکن سماں ہوتا ہے۔

یہ مغربی افریقہ کا سب سے بڑا مدرسہ ہے۔ ۱۹۳۱ء میں یہاں چھ سو طلبہ اور ڈیڑھ
سو اساتذہ تھے۔ مختلف مضامین تجوید، تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، ریاضی، حکمت
شعروادب وغیرہ علوم کی یہاں تعلیم ہوتی تھی۔ سارے افریقہ سے طلبہ یہاں آتے تھے۔
مراکش، الجزائر، سوڈان، ٹمبکٹو، آل غنا، صحرائے اعظم۔ یہاں ایک کُتب خانہ ہے جس میں
قدیم نادر کتب محفوظ ہیں۔ یہ مدرسہ آج بھی قائم ہے۔

شہزادی ربیعہ خاتون :

دمشق شام کے مقام جبل قاسیون میں ایک عظیم الشان مدرسہ شہزادی ربیعہ خاتون
نے بنوایا تھا۔ یہ سلطان صلاح الدین ایوبی (۵۸۹-۵۳۲ھ / ۱۱۹۳-۱۱۳۸ء) کی بہن
تھی۔ بڑی فاضلہ اور دیندار خاتون تھی۔ خاتونیہ مدرسہ کے لیے اس نے ایک جائیداد
وقف کر دی تھی جس سے اس کے مصارف ادا ہوتے تھے۔ اس نیک دل خاتون کی
قبر بھی اس مدرسہ کے اندر موجود ہے۔ یہ مدرسہ آج بھی قائم ہے۔

شہزادی ترکان خاتون :

اسی مقام پر ایک دوسرا مدرسہ شہزادی ترکان خاتون کا بنوایا ہوا موجود ہے۔ یہ خاتون
سلطان اتابک زنگی کی پوتی ہے۔ یہ عورت متقی اور پرہیزگار تھی۔ امام ذہبی نے اس خاتون
کا ذکر بڑی عقیدت سے کیا ہے اس کے انتقال کے بعد اسکو اِس مدرسہ کے اندر دفن کیا گیا۔

مدرسہ حجازیہ :

سلطان محمد قلاؤن مصری کی ایک کنیز نے ۷۶۱ھ میں قاہرہ میں مدرسہ حجازیہ کے نام سے ایک شاندار مدرسہ قائم کیا۔ مدرسہ کے ساتھ ایک عظیم الشان کتب خانہ تھا۔ اس مدرسہ میں امام شافعی کے مسلک کے مطابق فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اگرچہ فقہ مالکی کا بھی وہاں انتظام تھا۔ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی کو یہاں صدر مدرسہ مقرر کیا گیا۔

مدرسہ دار ارقم :

دار ارقم وہ مکان ہے جس میں آغازِ اسلام میں حضور اکرمؐ صحابہ کو اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ اسلام کا پہلا مدرسہ تھا۔ بعد میں اس کو ہارون الرشید کی زوجہ زبیدہ (۲۱۶ھ) نے خرید لیا تھا اور وہاں ایک عرصہ قیام کیا تھا۔ اس لیے دارِ زبیدہ کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔

خلیفہ ناصر باللہ عباسی (۵۶۶ھ) کی ایک کنیز طالب الزمان حبشیہ تھی۔ اس نے دارِ زبیدہ کو خرید لیا تھا۔ اس کو مدرسہ بنا دیا اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ یہ ایک بڑا مدرسہ تھا۔ دس شافعی علماء یہاں تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ یہ مقام حرم سے باہر ہے آج کل یہاں پانی کی سبیل ہے۔ مکہ مکرمہ میں اس نے رفاہِ عامہ کے اور بھی کام کیے تھے۔

مدرسہ برائے یتیم :

مکہ مکرمہ کے قاضی شہاب الدین طبری کی ایک لڑکی تھی۔ جو محدثہ اور فقیہہ تھی۔ نیز بڑی عابدہ زاہدہ تھی۔ اس نے مکہ مکرمہ میں کئی رفاہِ عوام کے لیے کام جاری کیے تھے۔ اس نے وہاں یتیموں کے لیے ایک مدرسہ جاری کیا تھا۔ اس مدرسہ کے مصارف پورے کرنے کے لیے ایک بڑی جائیداد وقف تھی، اس مدرسہ میں یتیم بچے تعلیم حاصل کرتے تھے۔

مدرسہ قائت بائی :

یہ مدرسہ درحقیقت شریفہ شمسیہ نے قائم کیا تھا سلطان مصر قائت بائی (۸۳۲ھ) نے مکہ مکرمہ میں ایک مدرسہ بنوانے کا ارادہ کیا جس میں فقہ اربعہ کی تعلیم دی جاتے۔ پھر مزید ارادہ کیا کہ ساتھ ہی ایک یتیم خانہ تعمیر کرے اس لیے یہ بڑی وسیع عمارت ہونی چاہیے۔ جس میں ۷۲ کمرے ہونے چاہئیں۔ جس میں رہائش کی تمام سہولتیں میسر ہوں۔ ایسی عمارت کے لیے جب جگہ کی تلاش شروع ہوئی تو مکہ کی ایک نیک دل، خداترس خاتون شریفہ شمسیہ نے اپنا ذاتی مکان اس کام کے لیے عطا کر دیا جہاں یہ مجوزہ مدرسہ اور یتیم خانہ تعمیر ہوا۔ یہ مدرسہ باب الاسلام اور باب النبی کے درمیان واقع تھا۔

مدرسہ کا افتتاح :

ترکی کے سلطان مراد عثمانی کی والدہ نے ایک مدرسہ تعمیر کرایا۔ شیخ احمد بن روح جابری انصاری نے وہاں پہلا درس دیا۔ اس لیے ایک شاندار تقریب منعقد ہوئی۔ دیارِ روم کے علماء اور فضلاء کی ایک بڑی جماعت نے اس میں شرکت کی۔ شیخ نے وہاں سورہ انعام کی تفسیر بیان کی۔ شرکاء تقریب کو سلطان کی والدہ نے ایک ایک فرد کو ایک ہزار دینار سُرخ عطیہ دیا۔ الوان و اقسام کے کھانوں سے مہمانوں کی تواضع کی گئی۔ یہ ایک بڑا مدرسہ تھا جس میں تقریباً ۵۰ علماء مختلف کاموں اور فرائض پر متعین تھے۔

(الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ۔ ج ۱۔ ص ۴۰۲)

مدرسہ ہنور

قیامِ مدارس میں ہندوستان کی مسلمان خواتین نے بھی دلچسپی لی۔ ابنِ بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ ہنور (کیرالہ) میں لڑکیوں کے ۱۳ مدرسے دیکھے۔ جہاں حفظِ قرآن اور عربی کی تعلیم کا انتظام تھا۔

مدرسہ ملکہ بی بی راجی

سلطان محمود شرقی کی ملکہ بی بی راجی نے جون پور میں ۸۴۵ھ میں ایک خوبصورت مدرسہ تعمیر کرایا تھا۔ جس میں بچوں کو تعلیم دی جاتی تھی۔

اس بیگم کا ایک کارنامہ اور ہے جس کی وجہ سے وہ برِّصغیر ہند و پاکستان کی خواتین کی محسن ہے۔ خواتین کی سہولت کی خاطر اس نے عربی مہینوں کے دیسی نام مقرر کر دیئے جو آج سارے ملک میں رائج ہیں۔

۱۔ محرم ۔ دہا۔
۲۔ صفر ۔ تیرہ تیزی۔
۳۔ ربیع الاوّل ۔ بارہ وفات کا چاند وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۴۔ ربیع الثانی ۔ گیارہویں کا چاند وفات شیخ عبد القادر جیلانی
۵۔ جمادی الاولیٰ ۔ مدار کا چاند وفات بدیع الدین شاہ مدار
۶۔ جمادی الاخریٰ
۷۔ رجب ۔ خواجہ کا چاند خواجہ معین الدین اجمیری
۸۔ شعبان ۔ شب برات کا چاند
۹۔ رمضان ۔ روزوں کا چاند
۱۰۔ شوال ۔ عید کا چاند
۱۱۔ ذیقعدہ = خالی کا چاند
۱۲۔ ذی الحجہ ۔ بقرعید کا چاند

(تذکرہ ۔ مشائخ جونپور ص ۱۰۹)

مدرسہ خیرالمنازل :

ماہم بیگم اکبر بادشاہ کی رضاعی والدہ تھیں۔ اس نے ۹۶۹ھ میں پرانے قلعہ دہلی کے پاس ایک شاندار مدرسہ تعمیر کرایا۔ اور اس کا نام خیرالمنازل رکھا تھا۔ قیامِ مدرسہ کی تاریخ اس قطعہ سے واضح ہے۔

چوں ماہم بیگم عصمتِ پناہی — بنا کرد ایں بنا بہر افاضل
زہے خیر رب زہے خیر منزل — کہ شد تاریخ او خیرالمنازل
۹۶۹ھ

مدرسہ آگرہ :

آگرہ کی جامع مسجد شاہجہاں بادشاہ کی بڑی لڑکی جہاں آرا بیگم کی تعمیر کردہ ہے۔ اس نے اس کے ساتھ ایک مدرسہ بھی تعمیر کرایا تھا۔ مسجد کے گرد دکانیں بنوائی تھیں۔ جس کی آمدنی سے مسجد اور مدرسہ کے مصارف ادا کیے جاتے تھے۔ یہ بڑی فاضل اور دیندار خاتون تھی۔ اس نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی سوانح حیات مونس الارواح لکھی ہے۔ اس نے اپنے مزار کا کتبہ خود لکھا تھا۔ نظام الدین محبوب اولیاء کے مزار کے پاس اس کی قبر ہے۔

بغیر سبزہ نہ پوشد کسے مزار مرا — کہ پردہ پوش غریباں ہمیں گیاہ بس است

مدرسہ لاہور :

مرزا ابوالحسن تربتی بیگم نے لاہور میں اپنے شوہر کا مقبرہ تعمیر کرایا تھا۔ اور اس کے ساتھ اس نے ایک مدرسہ بھی تعمیر کرایا تھا۔ مرزا ابوالحسن تربتی کی بیگم (مخدومہ بیگم متوفیہ ۱۰۹۶ھ)

مدرسہ صولتیہ :

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد مولوی رحمت اللہ کیرانوی ہجرت کر کے حجاز چلے گئے تھے۔ انہوں نے دینی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس سال ٹیپو سلطان کے خاندان کی ایک پرہیزگار خاتون صولت النساء بیگم کلکتہ سے حج کرنے کے لیے مکہ میں آئی ہوئی تھی۔ ان کے سامنے جب مدرسہ کی تجویز پیش کی گئی تو اس فراخ دست عورت نے

تیس ہزار روپیہ کی خطیر رقم مولانا رحمت اللہ کی خدمت میں پیش کر دی۔ مولانا نے خوش ہو کر اس مدرسہ کا نام مدرسہ صولتیہ رکھ دیا۔ یہ مدرسہ آج تک قائم ہے۔

بیگم نواب بہاولپور

ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تعمیر میں سب سے بڑی رقم یعنی پچاس ہزار روپیہ نواب بہاولپور کی بیگم نے عطا کیا تھا۔

صغریٰ ٹرسٹ : حیدرآباد

حیدرآباد دکن کی مشہور فاضل اور مضمون نگار خاتون صغریٰ ہمایوں مرزا نے چار لاکھ روپیہ سے ایک عالی شان مدرسہ مع دیگر ضروری آسائش اور ایک جائیداد اس کے لیے وقف کی۔ انہوں نے ایک زنانہ مدرسہ بھی قائم کیا تھا۔

صغریٰ ٹرسٹ، بہار

مسلمان خاتون صغریٰ نے ۲۵ لاکھ روپے کی قیمتی جائداد تعلیم کے لیے وقف کی۔ مولوی اسمٰعیل رمضان پوری اس کے منیجر تھے۔ اس سے اسلامی تعلیم کا مدرسہ عزیزیہ پٹنہ بہار میں قائم ہوا۔ حکومت بہار نے نہ صرف اس مدرسہ کو تسلیم کیا بلکہ جامعہ عزیزیہ کے نصاب کے تحت صوبہ بھر میں دوسرے مدارس بھی کھول دیئے۔ جن میں تحتانی (پرائمری) وسطانی (ثانوی) متوسط (انٹرمیڈیٹ کالج) تین اقسام کی درس گاہیں تھیں۔ پورے صوبے میں سید عبید العزیز سابق صدر المہام عدالت (امور مذہبی) سرکار آصفیہ حیدرآباد جب حکومت بہار کے وزیر تعلیم تھے تو انہوں نے جامعہ عربیہ کا ایک نصاب بنوایا تھا۔ جس کے ممبر سید سلیمان ندوی اور مولانا مناظر احسن گیلانی اور دوسرے علماء تھے۔

رفاہی ادارے قائم کرنے والی خواتین

نہر زرقا

عہدِ بنی امیہ میں مدینہ منورہ کا والی مروان بن حکم تھا۔ اس نے قبا کی پہاڑیوں سے یہ نہر نکالی تھی۔ وہاں چشمہ تھا۔ اس کی ماں کا نام زرقا تھا اس لیے اس کا نام نہر زرقا پڑگیا۔ یہ نہر کاریز کے نمونہ پر ڈھکی ہوئی تھی۔ کاریز میں مختلف مقامات پر مخرج تھے۔ جہاں سے سقے مشکیں بھر کر پانی لاتے تھے۔ مدینہ کے شمال میں زمین نشیب میں ہے۔ وہاں یہ نہر اُوپر آجاتی تھی۔ اس نہر سے شہر میں پانی کی افراط ہوگئی تھی۔ ۱۹۱۵ تک یہ نہر جاری تھی۔

(مولانا حسین احمد مدنی نقشِ حیات)

نہر زبیدہ

زبیدہ خاتون جعفر کی بیٹی اور ہارون الرشید کی بیوی تھی۔ خوبصورتی کے باعث اس کا دادا اس کو زبیدہ (مکھن) کہتا تھا ورنہ اس کا اصلی نام امۃ العزیز تھا۔ یہ بڑی دیندار اور مخیر عورت تھی۔ شیخ سعدی لکھتے ہیں ع

نہ مثل زبیدہ است ہر بیوہ

۱۰۸ھ میں یہ حج پر گئی تھی۔ وہاں اس نے حاجیوں کی تکالیف کو دیکھا۔ پھر مقدور بھر ان کی تکالیف دُور کرنے میں لگی رہی۔

عراق سے مکہ تک راستہ درست کرایا۔ جگہ جگہ پانی کے لیے کنویں کھدوائے۔ ریگستان میں رہنمائی کے لیے طویل دیوار تعمیر کرائی۔

مکہ میں پانی کا ایک کوزہ ایک دینار میں فروخت ہوتا تھا اس لئے اس نے طائف کی پہاڑیوں سے نہر نکلوائی جو منیٰ عرفات میں آتی ہے۔ ایک پتھر پر ایک دینار دے ڈالا۔ ۱۳ میل لمبی نہر پر پچاس لاکھ دینار صرف کر دیئے۔ آج بنی عباس کی سلطنت فنا ہوگئی مگر زبیدہ کا نام نہر زبیدہ کی وجہ سے زندہ ہے۔

پانی کی سبیل :

صفا اور مروہ کے یہاں ام الحسین نے پانی کی ایک سبیل وقف کی تھی۔ اس کے علاوہ بھی پانی کی سبیلیں ہیں جو دوسری خواتین نے بنوائی ہیں۔ مثلاً ملک الناصر کی بہن الست کی سبیل، زینت بنت قاضی شہاب الدین کی سبیل، خلیفہ مقتدر عباسی کی والدہ نے بھی ایک سبیل بنوائی تھی۔

تالاب :

ایک تالاب کو نور جہاں بیگم جہانگیر بادشاہ نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ تالاب تحصیل اعتماد پور ضلع آگرہ میں واقع ہے۔ تالاب پختہ اور مضبوط تھا۔

طہارت خانہ :

حجاج کرام کی آمد کے موقع پر مکہ مکرمہ میں رفع حاجت کے لیے بیت الخلاء کی ضرورت بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے ام سلیمان صوفیہ نے محلہ سوق اللیل میں خاص طور پر عورتوں کے لیے ایک طہارت خانہ تعمیر کرایا تھا۔ (شفاء الغرام)

کارواں سرائے نور محل :

پنجاب کے ایک قصبہ نور محل میں نور جہاں بیگم بادشاہ جہانگیر نے ایک کارواں سرائے تعمیر کرائی ۔ اور ایک بڑا باغ تعمیر کرایا ۔ یہ سن ۱۵ جلوس جہانگیر کا واقعہ ہے ۔

کارواں سرائے دہلی :

یہ ایک عالی شان کارواں سرائے تھی جس کو جہاں آرا بیگم دختر شاہجہاں بادشاہ نے بنوایا تھا ۔ ڈاکٹر برنیر نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے ۔ دہلی میں جامع مسجد کے بعد قابل دید عمارت یہ سرائے ہے ۔ یہ ہمارے 'رائل پیلس' کی طرح ایک عظیم الشان محراب دار عمارت ہے جس میں متوازی کوٹھڑیاں ہیں ۔ ان کے آگے وسیع برآمدہ ہے ۔ یہ عمارت دو منزلہ ہے ۔ ایران، توران کے غیر ملکی تاجر یہاں ٹھہرتے ہیں ۔ ان کا سامان یہاں ہر طرح محفوظ رہتا ہے کاش پیرس میں بھی ایسی عمارتیں ہوتیں ۔ اور محفوظ مکان تلاش کرنے میں مسافروں کو پریشانی نہ ہوتی ۔

کارواں سرائے فرخ آباد :

محمد خاں بنگش نے ۱۷۱۴ء میں شہر فرخ آباد آباد کیا ۔ اس موقع پر نواب کی بیگم نے مئو دروازہ کے قریب ایک شاندار سرائے مسافروں کے لیے تعمیر کرائی تھی ۔

خواتین کا ہسپتال :

سلطان صلاح الدین ایوبی نے قاہرہ میں مارستان (ہسپتال) قائم کیا تھا ۔ اس میں ایک حصہ خاص طور پر خواتین کے لیے تعمیر کیا گیا تھا ۔ جہاں صرف خواتین کا علاج ہوتا تھا مریضوں کی خدمت اور نگرانی کے لیے بھی عورتیں مامور تھیں ۔ یہ دنیا کا پہلا زنانہ ہسپتال تھا ۔

خواتین کا شہر :

مورخ فرشتہ بیان کرتا ہے :

سلطان غیاث الدین خلجی (۸۹۷ھ) کا دارالحکومت شادی آباد کوہ مانڈو (مالوہ)

تھا۔ اس بادشاہ کو عورتوں کی حالت بہتر بنانے سے بہت دلچسپی تھی۔ اس نے عورتوں کا جداگانہ شہر آباد کیا تھا جس میں تمام کام عورتیں انجام دیتی تھیں۔ محلسرا میں عورتوں کا جدا دربار لگتا تھا۔ تمام سرکاری مناصب عورتیں پُر کرتی تھیں۔ وہ تمام کام جو مرد باہر انجام دیتے تھے خواتین اندر انجام دیتی تھیں۔ جیسے امیر الامرائی، وزارت، وکالت، سرمایہ داری خزانہ داری۔ دنیا میں جو بھی علوم ہیں اور جو ہنر ہیں ان سب کی تعلیم اس نے اپنی کنیزوں کو دلوائی تھی۔ دینی علوم میں حافظات، قاریات، ان کی تعداد بقول فرشتہ ایک ہزار تھی۔ ارباب طرب میں رقاصہ، قوال، ساز، نَے، مزامیر ساز۔

ہنروں میں، زرگری، آہنگری، مخمل بافی، جامہ بافی، خیاطی، کفش دوزی، نجاری، کوزہ گری رزمیہ ہنروں میں، تیر گری، کمان گری۔ ترکش سازی، کشتی گیری، شعبدہ بازی۔

اس نے پانچ سو کنیزوں کو ترکوں کا لباس پہنایا۔ تیر اندازی اور نیزہ بازی کی ان کو تعلیم دی۔ ان کو ترک سپاہ کا نام دیا۔ اس فوج کا مقام میمنہ پہ تھا۔ پانچ سو حبشن کنیزیں تیر و تبر سے آراستہ زنانہ لباس میں ملبوس رہتی تھیں۔ ان کو تفنگ اندازی، شمشیر بازی کی تعلیم دی گئی تھی۔ ان کا مقام میسرہ پہ تھا۔ غرضیکہ یہاں ہر قسم کا انتظام خواتین کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

خدمتِ خلق کرنے والی خواتین

مہر بانو

باقر علی بلہوری کی بیٹی تھی۔ بریلی میں گھر تھا ۱۸۵۷ کے بعد دولت افلاس میں تبدیل ہو گئی تھی۔ مگر اس عورت نے صبر و شکر کے ساتھ وقت گزارا۔ وہ محلہ کی بچیوں کو بلا کر بڑے پیار و محبت سے پڑھاتی تھیں۔ جب کسی بچی کا ختمِ قرآن ہوتا تو اس کے والدین استانی کو ایک جوڑا اور کچھ رقم بطور ہدیہ دیتے تھے۔ یہ ان کو جمع کر کے رکھتی تھیں۔ یتیم بچیوں کی شادی میں ان کو اپنی جانب سے دیتی تھیں۔ صدہا بچیوں کو کلامِ مجید پڑھایا۔ اور بیسیوں بچیوں کی شادی میں امداد کی۔

مریم بانو :

یہ نواب سید محمد ڈھاکہ کی لڑکی تھیں۔ غریبوں کی خدمت کرنا مریضوں کی عیادت کرنا اور بیماروں کی تیمار داری کرنا اِن کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ غریب اور نادار بچیوں کو اپنے گھر بلا کر قرآن مجید اور اُردو پڑھاتی تھیں۔ کتنی ہی لڑکیوں کو اس طرح انہوں نے زیورِ علم سے آراستہ کر دیا۔ پڑھانے میں انہیں خاص ملکہ حاصل تھا۔ متوسط فہم کی لڑکیوں کو وُہ چھٹے مہینہ قرآن مجید ختم کرا دیتی تھیں۔ تلفظ کی صحت پر بڑا زور دیتی تھیں۔ پھر ان لڑکیوں کو وہ سینا، پرونا اور کاڑھنا سکھاتی تھیں۔ امورِ خانہ داری میں سلیقہ مندی سکھاتی تھیں۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر یتیم اور نادار بچیوں کو بلاتی تھیں اور پھر ان کو پڑھاتی تھیں۔ تعلیم کے دوران تمام مصارف کھانا، کپڑا، تیل، صابن سب اِن کے اپنے ذمہ ہوتا تھا۔ پھر وُہ اِن لڑکیوں کی شادیاں کرتی تھیں۔ اس موقعہ پر وہ ایک قرآن مجید اطلس کے جزدان میں بند اور ایک قیمتی جوڑا بطور تحفہ لڑکی کو دیتی تھیں۔

اِس نیک دِل خاتون کا ساری عُمر یہی مشغلہ رہا۔

اچھی تربیت کرنے والی خواتین

اللہ تعالےٰ نے جس خاص کام کی صلاحیت عورت کے اندر فطرۃً ودلیعت کی ہے وہ ہے تربیتِ اولاد۔ عورت یہ کام مرد سے ہزار درجہ بہتر طور پر انجام دیتی ہے۔ ایک پھوہڑ عورت بھی بہترین اُستاد سے افضل ہوتی ہے۔ ایک اُستاد زیادہ سے زیادہ چند معلومات ایک بچہ کو فراہم کرسکتا ہے۔ لیکن محبّت، ایثار، شفقت، ہمدردی، قربانی کے جذبات جو درحقیقت انسانیت اور شرافت سے عبارت ہیں وُہ صرف عورت ہی بچہ کے اندر پرورش کرتی ہے۔ ہسپتالوں میں اور ریاض الاطفال میں جو بچے پرورش پاتے ہیں وہ توانا اور تندرست ہو سکتے ہیں، وہ صاف ستھرے رہ سکتے ہیں۔ مگر شفقت وہمدردی اور ایثار وقربانی کے عواطفِ عالیہ سے وُہ یکسر بیگانے ہوتے ہیں۔ یہ مشینی انداز کے افراد تو بن سکتے ہیں۔ مگر ہمدرد اور بہی خواہ انسان بننا دشوار ہے۔ ایک شریف اور شفیق انسان ماں کی گود میں پل کر جوان ہوتا ہے۔

حضرت صفیہ رضؓ

حضرت زبیر رضؓ کی والدہ حضرت صفیہ رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ وہ بیٹے سے سختی سے کام لیتی تھیں۔ ایک دفعہ ان سے کسی نے کہا کہ کیا بچے کو مار ڈالو گی۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں میں اسے بہادر، جفاکش عقلمند بنانا چاہتی ہوں۔

حضرت اسماءؓ

حضرت زبیرؓ کی زوجہ حضرت اسماءؓ نے بھی اپنے بیٹے عبداللہؓ کی خاص انداز سے تربیت کی۔ جنگ خندق کے موقع پر وہ ۵ سال کے تھے۔ یہ سخت خطرناک جنگ تھی۔ مسلمان حالتِ دفاع میں تھے۔ حضرت اسماءؓ اپنے بیٹے کو ایک اونچے ٹیلے پر بٹھا دیتی تھیں تاکہ وہ جنگ سے مانوس ہو۔ اور ان کا دل مضبوط ہو۔

والدہ امام ربیعۃ الرّائی :

امام ربیعہ مدینہ منورہ کے جلیل القدر فقیہ اور تابعی تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد تھے۔ اِن کے والد عبدالرحمٰن فروخ جہادِ خراسان پر چلے گئے تھے اور وہ شکمِ مادر میں تھے تیس سال بعد وہ جہاد سے واپس ہوئے۔ اس عرصہ میں بڑی تبدیلیاں آچکی تھیں۔ گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ربیعہ باہر نکلے۔ اجنبی سپاہی نے جب اندر داخل ہونا چاہا تو ربیعہ نے مزاحمت کی۔ اور نوبت ہاتھا پائی تک جا پہنچی۔ اس پر ان کی والدہ نے اندر سے جھانک کر دیکھا۔ انہوں نے اپنے شوہر کو پہچان لیا اور اندر آنے کی اجازت دیدی۔ ماں نے بیٹے کو بتایا کہ یہ تمہارے والد ہیں

شوہر نے بیوی سے تیس ہزار دینار کا حساب مانگا جو وہ چلتے وقت بیوی کو دے کر گئے تھے۔ فہمیدہ بیوی نے کہا کہ میں نے اِن کو دفن کر دیا ہے۔ بوقتِ ضرورت حاضر کردونگی۔ امام ربیعہ مسجد نبوی میں درس دے رہے تھے جہاں امام مالک بن انس، حسن بن زید اور دوسرے اہلِ علم ان سے استفادہ کرتے تھے۔ فروخ بھی مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے گئے۔ انہوں نے ایک نوجوان کے درس سے کثیر تعداد لوگوں کو استفادہ کرتے دیکھا۔ لوگوں سے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا یہ ربیعہ بن فروخ ہیں۔ یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور کہا

اللہ کا شکر ہے جس نے میرے بیٹے کو یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔ گھر آکر بیوی سے کہا، میں نے تمہارے بیٹے کو علم وفضل میں سب سے آگے پایا ہے۔ اس موقع پر بیوی نے کہا، بتاؤ وہ تیس ہزار دینار پسند ہیں یا بیٹے کا یہ عروج یا مرتبہ۔ فرخ نے کہا یہ مرتبہ اور درجہ، تیس ہزار دینار سے بہت بلند ہے۔ بیوی نے جواب دیا، میں نے ساری رقم اس لڑکے کی تعلیم پر خرچ کر دی ہے۔ شوہر نے جواب دیا، تم نے رقم ضائع نہیں کی بلکہ کمائی کی ہے۔

امام ربیعہ بن فروخ کی تعلیم وتربیت تنہا ان کی والدہ نے کی تھی۔ یہ ان کے صبر واستقلال اور نگرانی کا ثمرہ تھا کہ ربیعہ اپنے وقت کے سب سے بڑے فقیہ بن گئے۔

والدہ امام سفیان ثوری:

سفیان ثوری (ف ۱۶۱ھ/۷۷۸ء) بچپن میں یتیم ہو گئے تھے۔ ان کی پرورش اور تربیت ان کی والدہ نے کی تھی۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا "بیٹے تم علم دین حاصل کرو، میں سوت کات کر تمہارے مصارف پورے کروں گی۔" اور فرمایا، بیٹے جب تم دس حدیثیں یاد کر لو تو دیکھو کہ تمہاری نیک چلنی اور بردباری میں اضافہ ہوا یا نہیں۔ اگر تم کو ان امور میں زیادتی نظر آئے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ علم تمہارے حق میں مفید ہے۔ اور اگر اضافہ محسوس نہ ہو تو پھر یہ علم تمہارے لیے بیکار ہے۔

ایسی فہیم ماں کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ سفیان ثوری اہلِ سُنت کے امام بن گئے۔

والدہ امام احمد بن حنبلؒ:

امام احمد بن حنبل (۲۴۱ - ۱۶۴ھ/۸۰۰ - ۷۸۰ء) کی والدہ کا نام صفیہ بنت عبدالملک شیبانی تھا۔ یہ بڑی دیندار اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ امام احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کو نہیں دیکھا۔ بچپن ہی میں ان کی والدہ ان کو خراسان سے لے کر بغداد آگئیں۔ یہاں انہوں نے بیٹے کی تعلیم وتربیت کا انتظام فرمایا۔ ان کی نگرانی بڑی سخت تھی۔ ہر وقت ان کی توجہ بیٹے کی تعلیم وتربیت کی طرف رہتی تھی۔ اس تعلیم وتربیت کے نتیجے میں یہ نوجوان امام اہل سنت،

امام احمد بن حنبل بن گئے ورنہ بے باپ کے بچے کے بگڑنے کے امکانات بھی ہوتے ہیں۔

علیہ بنت حسان :

علیہ بنتِ حسان قبیلہ بنی شیبان کی ایک باندی تھیں۔ اِن کی شادی ابراھیم بن مقسم سے ہوئی تھی جو اصل میں قیقان (قلات بلوچستان) کے رہنے والے تھے مگر بصرہ میں رہتے تھے اور قبیلہ بنی خزاعہ کے غلام تھے۔ ان کے بیٹے مشہور امام اسماعیل ابن علیہ بصری ہیں۔

اِن کی نسبت اپنی ماں کی طرف ہے۔ ان کی تمام تعلیم و تربیت ماں کی نگرانی میں ہوئی۔ وہ خود بھی فاضلہ خاتون تھیں۔ امام عبدالوارث کا بیان ہے کہ ایک روز علیہ بنت حسان اپنے بیٹے اسماعیل کو لے کر میرے درس میں آئیں اور مجھ سے کہا، یہ میرا بیٹا آپ کے پاس رہ کر علم، اخلاق اور آداب سیکھے گا اور اس کو چھوڑ کر چلی گئیں۔ اسمٰعیل، بصرے کے حسین ترین بچوں میں سے تھے۔ اِس کے بعد وہ ہر وقت میرے ساتھ رہتے تھے، گھر میں، درس کی مجلس میں۔ پھر جب وہ تعلیم سے فارغ ہوگئے تو وقت کے بڑے عالم بنے۔ امام ابراہیم حربی اِن کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ بصرہ میں ان سے بڑھ کر معتمد اور ثقہ عالم دین دوسرا اور کوئی نہیں ہے۔ یہ مرتبہ انکو ماں کی نگرانی، تربیت اور صبر و استقلال کے نتیجے میں حاصل ہوا ہے۔ (تاریخ بغداد، ج۔۲، ص۲۲۱)

والدہ حجاج بن یوسف شاعر :

حافظ الحدیث حجاج بن یوسف شاعر یتیم تھے۔ اِن کی ساری تعلیم و تربیت ان کی والدہ کی نگرانی میں ہوئی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ نے میرے لیے ایک سو کلیچے (روٹیاں) پکا کر ایک زنبیل (تھیلے) میں بھر کر میرے حوالہ کیں۔ پھر میں بغداد میں امام ابن شبانہ محدث کی مجلس میں پہنچا۔ وہاں میں درس سُنتا تھا۔ اور روزانہ ایک کلچہ دریائے دجلہ کے پانی میں بھگو کر کھا لیتا تھا۔ اس طرح سو دن تک شیخ کے درس میں پابندی سے شرکت کرتا رہا۔ جب وہ روٹیاں ختم ہوگئیں تو پھر میں اپنی والدہ کے پاس واپس آگیا تاکہ وہ مزید روٹیاں تیار کر کے مجھے دیں۔

والدہ امام ابنِ جوزی :

عبدالرحمان ابن جوزی تین سال کے تھے کہ ان کے والد فوت ہو گئے۔ کفالت کی ساری ذمہ داری ان کی پھوپھی کے سر آگئی۔ وہ بڑی سمجھ دار خاتون تھیں۔ اِسی کم سنی کی عمر میں وہ ان کو علمار کی مجلس میں لے جا کر بٹھا دیتی تھیں۔ اور کہتی تھیں کہ کان تو علم سے مانوس ہوں گے۔ حفظِ اوقات کی پابندی کا یہ نتیجہ نکلا کہ امام ابنِ جوزی دس سال کی عمر میں عالم بن گئے تھے اور وعظ فرمانے لگے تھے اور آگے چل کر وہ جلیل القدر امام بن گئے۔

ہمشیرہ قاضی زادہ رومی :

قاضی زادہ موسیٰ بن محمد ۵ ۴ ۱۴۲۲/۸ء بروصہ ترکی میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی ماں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا۔ اِس لیے ان کی بہن نے کفالت کی۔ اور تعلیم و تربیت کی۔ جب مزید علم حاصل کرنے کے لیے انہوں نے ایران جانے کا فیصلہ کیا، تو شفیق بہن نے اپنا زیور ان کے سامان میں باندھ دیا تاکہ حالتِ مسافرت میں بوقتِ حاجت زیور بیچ کر اپنی تعلیم پہ خرچ کریں اور تعلیم یکسوئی کے ساتھ جاری رہے۔

قاضی زادہ علمِ ریاضی میں ماہر ہو گئے۔ جغمنی کی کتاب الملخص فی الھیئۃ کی انہوں نے شرح لکھی ہے جو آج تک مشہور ہے۔ امیر تیمور کے پوتے (۱۴۴۹ - ۱۳۹۲ء) الغ بیگ نے تبریز میں ایک رصدگاہ (OBSERVATORY) قائم کی تھی۔ وہاں قاضی زادہ نے فلکیات پر بڑا تحقیقی کام کیا۔ اِن کی تیار کردہ زیج الغ بیگ کے حسابات آج بھی اہمیت کے حامل ہیں۔ قاضی زادہ کی تعلیم و تربیت میں ان کی بہن کے ایثار قربانی، شفقت اور نگرانی کو بہت دخل حاصل ہے۔ یہ عہدِ اسلامی کا مایہ ناز ہیئت دان ہے۔

والدہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی :

خواجہ قطب الدین اوش (فرغانہ) کے مضافات اندجان میں پیدا ہوئے۔ ڈیڑھ سال

کے تھے کہ اِن کے والد کا انتقال ہوگیا۔ پانچ سال کی عمر میں اِن کی والدہ نے شیخ ابو حفص اوشی کی درس گاہ میں بھیج دیا۔ اور تعلیم و تربیت کی نگرانی کی۔ یہی بچہ آگے چل کر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے نام سے مشہور ہوا جن کا مزار قطب صاحب دہلی میں ہے۔ خواجہ قطب الدین (۶۳۳ھ / ۱۲۳۵ء) فرماتے ہیں کہ مجھے یہ مرتبہ اپنی والدہ کے تربیت کے طفیل حاصل ہوا ہے۔

بی بی سارہ والدہ خواجہ نظام الدین محبوب اولیا۔

خواجہ نظام الدین (۱۳۲۵ - ۱۲۳۸ء) بدایوں یو۔پی میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہوگئے۔ ان کی والدہ نے ان کی تعلیم و تربیت پر پوری توجّہ دی۔ وہ خود سوت کاتتی تھیں اور بیٹے کی تعلیم کے اخراجات پورے کرتی تھیں۔ اِن کی نگرانی کا نتیجہ تھا کہ اِن کا رُخ علومِ دینی اور پھر تصوّف کی طرف ہوگیا۔

بدرالنساء بیگم :

یہ ۱۲۸۳ء میں مدراس میں پیدا ہوئیں۔ دکن کے مشہور عالمِ دین اور مصلح قاضی بدرالدولہ تھے۔ مولانا محمد یوسف کوکنی نے تذکرہ بدرالدولہ میں اِن کے مفصّل حالات لکھے ہیں۔ اور بدرالنساء بیگم قاضی صاحب کی پوتی تھیں۔ اِن کے شوہر کا جوانی میں انتقال ہوگیا تھا۔ پورے کنبہ کا بار ان کے کندھوں پر آپڑا۔ خاتون نے یہ ذمّہ داری بطریقِ احسن ادا کی۔ انہوں نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اچھے طریقے سے کی۔ اُردو زبان کے مشہور محقق محمد نصیرالدین ہاشمی جو دکن میں اردو کی وجہ سے اردو داں طبقہ میں متعارف ہیں، وہ ان کے صاحبزادے ہیں۔ اِن کی تربیت اِن کی والدہ نے کی تھی۔ بیٹے نے ساری ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی۔ ان کی والدہ عالمہ فاضلہ تھیں اور صاحب تصنیف تھیں۔ اِن کی دو تصانیف بہت مشہور ہیں۔ گلزارِ اولیا اور ممالکِ اسلامیہ کی سیر۔

والدہ سر سید احمد خاں :

سر سید احمد خاں کی والدہ خواجہ فریدالدین کی بیٹی تھیں۔ اس گھرانے میں علم وفضل اور دولت وامارت متوارث چلی آتی تھی۔ عورتیں تعلیم یافتہ اور بلند اخلاق کی حامل ہوتی تھیں۔ سر سید کی تربیت ان کی والدہ نے کی تھی۔ یہ تربیت کس قسم کی تھی۔ اس کا ایک واقعہ سر سید نے خود بیان کیا ہے۔ بچپن میں کسی بات پر ناراض ہوکر سر سید نے بڑھیا ماما کے تھپڑ مار دیا۔ ان کی والدہ اس پر سخت ناراض ہوئیں اور ان کو گھر سے نکال دیا۔ یہ روتے دھوتے اپنی خالہ کے گھر چلے گئے۔ خالہ نے تین دن اپنے گھر میں رکھا۔ پھر وہ ان کو اپنے ساتھ لے کر اپنی بہن کے گھر آئیں۔ وہاں سر سید نے پہلے اس ماما سے معافی مانگی تب ان کی والدہ نے ان کو معاف کیا اور گھر میں آنے دیا۔ یہ واقعہ زندگی بھر ان کو یاد رہا۔ اس طرح ان کی والدہ نے ان کی تربیتِ اخلاق کی۔

والدہ مولانا محمّد علی جوہر :

ان کا نام آبادی بیگم تھا۔ ۱۸۵۲ء میں پیدا ہوئیں اور ۱۹۲۴ء میں فوت ہوئیں۔ ان کے والد نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصّہ لیا تھا۔ پھر ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگئے تھے۔ آبادی بیگم کی تعلیم اگرچہ معمولی تھی مگر وہ صوم وصلوٰۃ کی پابند اور تہجّد گزار خاتون تھیں۔ ۲۷ سال کی عمر میں شوہر کا انتقال ہوگیا تھا۔ ان کی اولاد میں چھ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ ترکہ میں معمولی سی زمین تھی۔ اس عالی شان خاتون نے اپنی اولاد کو پڑھایا اور جدید ترین تعلیم دلائی۔ جب بچوں کے چچا نے انگریزی تعلیم کی مخالفت کی تو بالا ہی بالا زیور بیچ کر بچوں کی تعلیم جاری رکھی۔ مولانا محمّد علی کو لندن پڑھنے کے لیے بھیجا۔ دین سے لگاؤ اور محبت انھوں نے اپنی اولاد کے اندر پیدا کیا۔ وہ اپنے بچوں کی سخت نگرانی کرتی تھیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ بڑے ہوجانے کے بعد بھی کسی اولاد کی یہ مجال نہیں تھی کہ ماں کا کہا ٹال دے۔ وہ بڑی معاملہ فہم اور خوددار خاتون تھیں۔

مقبول النساء بیگم :

یہ مولانا عبید اللہ عبیدی پرنسپل مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کی زوجہ تھیں اور مشہور سیاسی رہنما حسین شہید سہروردی کی نانی تھیں۔ جوانی میں بیوہ ہوگئی تھیں۔ چچا نے بھتیجوں کا بار اٹھانا چاہا مگر خوددار اور غیور خاتون نے یہ گوارا نہیں کیا۔ انہوں نے بڑا مکان فروخت کر دیا اور خود چھوٹے سے مکان میں منتقل ہوگئیں۔ اس آمدنی سے قناعت کے ساتھ گزر بسر کی۔

"اماں اولاد کی سخت نگرانی کرتی تھیں۔ قطعاً کوئی نرمی نہیں برتتیں تھیں۔ یہ مجال نہ تھی کہ کوئی بچہ غروبِ آفتاب سے قبل گھر نہ آجائے۔ شام کو بچوں کو جمع کر کے وہ تذکرۃ الانبیاء اور دوسری مذہبی کتابیں سنایا کرتی تھیں جب وہ بڑے ہوجاتے تھے تو اُن کو فارسی زبان پڑھاتی تھیں۔ فردوسی کا شاہنامہ پڑھاتی تھیں۔ اسلامی تاریخ کے واقعات سناتی تھیں۔ صحتِ زبان کا ان کو بہت خیال تھا۔ بچوں کے شین قاف درست کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ڈھاکہ کے قریب ایک گاؤں، میدنی پور میں رہنے والے بچے فصیح اردو بولتے تھے جو کسی طرح لکھنؤ کی زبان سے کم نہیں ہوتی تھی۔ وہ ان کے عادات واخلاق کو بھی سنوارتی تھیں۔ اس تربیت کا اثر یہ تھا کہ جب بڑے ہوکر ان کے بچے مزید تعلیم کے لیے انگلستان گئے تو مجال کہ کیا کسی بچے نے سگریٹ کو ہاتھ بھی لگایا ہو۔ اس تربیت کا یہ اثر تھا کہ اولاد اپنی ماں کی عزت اس طرح کرتی تھی جس طرح ایک مخلص مرید اپنے مرشد کی کرتا ہے۔" "بیگم شائستہ اکرام اللہ"

والدہ علامہ اقبال :

والدہ کی تربیت کا اعتراف وہ اس طرح کرتے ہیں :

جہاں را محکمی از امہات است نہاد شاں امین ممکنات است
اگر ایں نکتہ را قومے نہ داند نظامِ کاروبارش بے ثبات است
مرا داد این خرد پرور جنونے نگاہ مادر پاک اندرونے

ترجمہ: دنیا میں استقامت ماؤں کی وجہ سے ہے۔ یہ مستقبل کے امکانات کی امین ہیں یہ حقیقت اگر قوم نہیں جانتی تو اس کا اجتماعی نظام بے بنیاد ہے۔ خلوص و للٰہیت والی ماں نے مجھے یہ عقل جنوں پرور سکھائی ہے۔ مکتب سے یہ دل و دماغ حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ مکتب میں قصے کہانیاں ہیں۔

باب چہارم

عادات و اخلاق

زہد و عبادت میں مشغول خواتین

بعض خواتین اہلِ علم ہوتی تھیں. مگر اشاعتِ علم سے زیادہ ان کا میلان عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ کی طرف تھا. وہ انفرادی رشد و ہدایت کا فریضہ سر انجام دیتی تھیں. دوسری خواتین نفس کی اصلاح کے لیے اِن خواتین کی طرف رجوع کرتی تھیں. یہ اخلاق و احسان اور تصوف کی حامل خواتین تھیں۔

اُمّ الخیر رابعہ عدویہ بصریہ:

رابعہ بصری (۱۸۵ھ/۸۰۱ء) اپنے باپ اسمعیل کی چوتھی بیٹی تھیں. اس لیے ان کا نام رابعہ ہو گیا. اِن کے گھر میں انتہائی عسرت و ناداری تھی. اِن کے والد کا بچپن میں انتقال ہو گیا. کسی نے ان کو بلا وارث سمجھ کر بیچ دیا. انہوں نے اپنے مالک کے گھر میں ایک معمولی باندی کی طرح کام کیا. سارا دن کام کاج میں بسر ہوتا اور رات وہ مالکِ حقیقی کی عبادت و استغفار میں بسر کرتی تھیں۔

ایک رات ان کے مالک نے ان کی عبادت کی کیفیت دیکھ لی. وہ ان سے بہت متاثر ہوا. اس نے ان کو آزاد کر دیا. حضرت رابعہ نے حضرت حسن بصری سے تعلیم حاصل کی. مگر ان کا ذوق عبادت و ریاضت کا تھا. تنگ دستی کے باوجود وہ کشادہ دست تھیں۔

ایک مرتبہ ان کے سامنے عورتوں کی تنقیص بیان کی گئی. انہوں نے کہا تین صفتوں میں مرد عورتوں سے برتر ہے. مرد کامل العقل ہوتے ہیں. مرد توانا اور طاقتور ہوتے ہیں اور دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے. اس کے جواب میں حضرت رابعہ نے فرمایا. عورتوں کو تین فضیلتیں ایسی حاصل ہیں جن میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں. آج تک

کسی عورت نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ عورتوں میں ہیجڑے نہیں ہوتے۔ جتنے نبی، ولی اور صدیق گزرے ہیں وہ سب عورتوں کے بطن سے پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت رابعہ کی زندگی عبادت و ریاضت، غیرت و خودداری اور بے لوثی و بے غرضی کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ سفیان ثوری اور دوسرے آئمہ ان کی خدمت میں آتے تھے۔

فاطمہ نیشاپوری:

یہ بڑی عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ اِن کے اندر دنیا سے بے رغبتی بہت بڑھی ہوئی تھی انہوں نے پاپیادہ حج کیے کبھی کسی کے سامنے انہوں نے دست سوال دراز نہیں کیا۔ اِن کے زمانہ میں بایزید بسطامی اور ذوالنون مصری دو بہت بڑی ہستیاں تھیں۔ تصوّف کے میدان میں یہ دونوں بزرگ ان کی بزرگی کے قائل تھے۔ ان کی زیارت کے لیے تشریف لاتے تھے ۲۲۰ھ حج کے سفر میں اِن کا انتقال ہوا۔

صفیہ بنتِ ابراہیم:

یہ عابدہ زاہدہ اور عالمہ فاضلہ خاتون تھی۔ حرمین شریفین میں قیام رہتا تھا۔ وہاں زاہدہ اور صوفیہ خواتین کا حلقہ انہوں نے قائم کر رکھا تھا۔ جس میں ذکر اذکار اور عبادت کی تلقین کی جاتی تھی۔ نفس کی اصلاح اور تربیت کی جاتی تھی۔ خواتین کے علاوہ مرد بھی ان کی تربیت سے استفادہ کرتے تھے۔ یہ بڑی خدمت گار عورت تھی۔ فقراء، مساکین کی خدمت کرتی تھیں۔

فاطمہ بنتِ حسین رازیہ:

یہ ایک عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ تصوّف کا ذوق رکھتی تھیں۔ اِن کی ایک مخصوص خانقاہ تھی۔ جہاں صاحب ذوق خواتین جمع ہوتی تھیں۔ وہاں ذکر و اذکار، وعظ و تلقین کی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں۔

فاطمہ بنتِ عبدالرحمٰن حرانیہ :

تصوف میں شغف کی وجہ سے ان کا لقب صوفیہ پڑ گیا تھا۔ زہد و ریاضت سے ان کے ذوق کی تصویر خطیب بغدادی نے اس طرح کھینچی ہے۔ وہ صوف اونی کمبل پہنے رہتی تھیں۔ ساٹھ سال تک جب بھی نیند آئی مصلے پر آئی۔ بستر کبھی استعمال نہیں کیا۔ دن رات عبادت و ریاضت اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتی تھیں۔

آسیہ مقدسیہ :

یہ حافظ ضیاء الدین مقدسی کی بہن تھیں اور شیخ مجد الدین علیسی کی زوجہ تھیں۔ ان کو قرآن مجید حفظ تھا۔ ان کے اوقات کا بیشتر حصہ عبادت، تلاوت اور اذکار میں صرف ہوتا تھا۔ دیانت، امانت اور صدق میں مشہور تھیں۔ صلاح و تقویٰ کی حامل خاتون تھیں۔

فاطمہ صائمہ :

یہ خاتون بڑی عابدہ زاہدہ اور عارفہ تھیں۔ یہ روزے کثرت سے رکھتی تھیں اس لیے صائمہ مشہور ہو گئی تھیں۔ شیخ فرید الدین گنج شکر (پاک پتن) کی دینی بہن تھیں۔ عبادت اور ریاضت اور دینی فہم میں ان کا درجہ اس قدر بلند تھا کہ بابا فرید الدین گنج شکر ان کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ "اگر عورتوں کو خلافت دینا جائز ہوتا تو میں فاطمہ صائمہ کو اپنا خلیفہ بناتا"۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے سوت کات کر اپنے پیر خواجہ بختیار کاکی کے مزار کا غلاف بنایا تھا۔ جو وہاں اب تک موجود ہے۔ اور عید بقر عید کے دن مزار پر چڑھایا جاتا ہے۔ وہ سلطان جی (نظام الدین محبوب اولیاء) کی خدمت کرتی تھیں۔ ان کی گزر اوقات سوت کاتنے کی آمدنی پر منحصر تھی۔ وہ اکل حلال کا بہت اہتمام کرتی تھیں۔

ان کی وفات ۱۸ شعبان ۶۹۶ھ کو ہوئی۔ ان کا مزار پرانی دہلی میں مٹیا دروازے کے باہر نخاس کے قریب واقع ہے۔

بیگم خاتون صالحہ :

ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ خوارزم کے امیر کی بیگم خاتون صالحہ ترابک نے ایک خانقاہ تعمیر کرا رکھی تھی جس میں شہر کے علماء، فقہا، مشائخ شریک ہوتے تھے۔ اس خانقاہ پر نادار کو کھانا دیا جاتا تھا۔ ابنِ بطوطہ نے اس خانقاہ کی زیارت کی تھی۔

والدہ خلیفہ ناصر عباسی :

خلیفہ ناصر عباسی کی والدہ نے ۵۷۹ھ میں مکہ مکرمہ میں ایک رباط تعمیر کی تھی۔ جو رباط الخلیفہ کے نام سے مشہور تھی۔ اس کے علاوہ بھی رباطیں قائم تھیں۔ ان میں عابدات، طالبات، زاہدات خواتین قیام کرتی تھیں۔ ان کے تمام مصارف رباط کے لیے قائم کردہ وقف سے پورے کیے جاتے تھے۔

خانقاہ خاتونیہ :

سلطان صلاح الدین کی بہن ربیعہ خاتون نے دمشق میں یہ خانقاہ بنوائی تھی۔

نواب قدسیہ بیگم :

یہ بیگم وسط ہند کی ریاست بھوپال کی حکمران تھیں۔ ان کو حکمرانی کے باوجود عبادات اور ریاضت سے خاص ذوق تھا۔ پچھلی رات کو ۲ بجے کے قریب وہ بیدار ہوتی تھیں اور صبح ۸ بجے تک تلاوت قرآن اور عبادت الٰہی اور اذکار میں مصروف رہتی تھیں۔ فرائض، نوافل کی بڑی پابند تھیں۔ اپنے متعلقین اور ملازمین کو بھی نماز کی تلقین کرتی تھیں۔ بڑی فراخ دست اور مخیر عورت تھیں۔ غربا اور مساکین میں ان کی داد و دہش جاری رہتی تھی۔ ۱۸۸۱ء میں فوت ہوئیں۔

نواب سلطان جہاں بیگم :

نواب سکندر جہاں بیگم کے بعد ان کی لڑکی نواب سلطان جہاں بیگم بھوپال کی حکمران بنیں۔ ان کو اپنی ماں سے عبادت و ریاضت کا شوق ملا تھا۔ عبادت کے لیے اشاعتِ اسلام سے بھی

انہیں خاصی دلچسپی تھی۔ انہوں نے اپنے دربار سے عجمی اثرات ختم کر دیئے۔ عجمی آداب و کورنشات کی بجائے السلام علیکم کو رواج دیا۔ خود پردہ کی پابندی اختیار کی۔ نکاح ثانی ایک متبحر عالم محدث صدیق حسن خاں سے کیا۔ خود بھی علم پرور تھیں۔ کئی کتابوں کی مصنفہ ہیں۔ سیرت النبی کی تصنیف میں مولانا شبلی کو ماہانہ وظیفہ جاری کیا۔ تعمیرات کا انہیں خاص ذوق تھا۔ بھوپال میں مسجد شاہجہانی تعمیر کرائی۔ جو دہلی کی شاہجہانی مسجد سے سوائی ہے۔ افسوس اس عالیشان مسجد کی تکمیل سے قبل ہی بیگم کا انتقال ہوگیا۔ بڑی صاحب خیر خاتون تھیں۔

تقویٰ و پرہیزگاری کرنے والی خواتین

ہمشیرہ بشر حافی:

عالم اسلام کے مشہور و معروف متقی اور صوفی بزرگ امام بشر حافی (۲۲۷ھ/۸۴۱ء) کی بہن بھی نہایت درجہ متقی اور پرہیزگار تھیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے امام احمد بن حنبل سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ہم چھت پر بیٹھ کر رات کو چرخے سے سوت کاتتے ہیں۔ بعض دفعہ شرطی (پولیس) مشعل بردار ہمارے قریب سے گزرتے ہیں۔ ان کی روشنی سے ہم استفادہ کرتے ہیں کیا یہ ہمارے لیے جائز ہے۔ سوال سنتے ہی امام احمد نے سائلہ سے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ امام بشر حافی کی بہن ہیں تو انہوں نے فرمایا:

من بیتکم یخرج الورع الصادق۔ لاتغزلی فی شعاعها

حقیقت یہ ہے کہ تمہارے گھر سے ہی صحیح پرہیزگاری کا ظہور ہوا ہے۔ تم اس کی روشنی میں سوت نہ کاتا کرو۔

بدیعۃ الحبیبہ:

دسویں صدی ہجری میں مکہ مکرمہ میں ایک عابدہ، زاہدہ خاتون بدیعۃ الحبیبہ رہتی تھی، ان کا تقویٰ کا شعور اس درجہ کو پہنچا ہوا تھا کہ ان کو معلوم ہوا کہ مقام بجیلہ افریقہ کے لوگ اپنی لڑکیوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیتے ہیں۔ احکام الٰہی کی صریح مخالفت کرتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے بجیلہ سے آمدہ گوشت اور میوہ جات کھانا ترک کر دیا۔ تیس سال وہ زندہ رہیں۔ مگر وہاں کی اشیاء کو ہاتھ نہیں لگایا۔

صاحبزادی احمدی بیگم :

یہ مرزا نقی علی نبیرہ سلطان ٹیپو شہید کی دختر تھیں. اور عبداللہ المامون سہروردی کی زوجہ تھیں۔ ان کا تقویٰ اس درجہ پر تھا کہ ایک مرتبہ وہ شوہر کے ساتھ انگلستان گئیں وہاں حرام اور مشکوک طعام کی وجہ سے وہ سخت پریشان تھیں۔ قیام کے سارے عرصہ انہوں نے اُبلے انڈوں اور توس پر گزارا کیا۔ وہاں کی دوسری کسی شے کو ہاتھ نہیں لگایا۔

صبرِ و قناعت کرنے والی خواتین

فاطمہ بنتِ عبدالمالک :

فاطمہ مشہور اموی خلیفہ عبدالمالک بن مروان کی بیٹی تھیں۔ اور خلیفہ ولید، خلیفہ ہشام، خلیفہ سلیمان اور خلیفہ یزید بن عبدالمالک کی بہن تھیں۔ اِن کی شادی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے ہوئی تھی۔ فاطمہ نے خلافت کے شاہانہ ماحول میں آنکھ کھولی۔ ناز و نعم میں پرورش پائی تھی۔ باپ اور بھائیوں نے خوب خوب دولت دی تھی۔

جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بن گئے (۱۰۲ - ۹۹ھ) تو وہ سابق خلفاء سے یکسر مختلف نکلے۔ انہوں نے اپنے نانا حضرت عمر بن الخطاب کا طریقۂ خلافت پسند کیا۔ محرومین، مظلومین اور مستحقین کو اِن کے حق دلوائے۔ دارالامارت میں جمع شدہ ساری دولت بیت المال میں جمع کرادی۔ فاطمہ کے پاس بھائیوں کا دیا ہوا کافی مال و زر تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا۔ اب یا تو یہ مال و دولت پسند کر لو یا پھر میری رفاقت پسند کر لو۔ اس پر نیک نہاد بیوی نے سارا مال و متاع نکال کر رکھ دیا۔ خلیفہ نے اسے لے جا کر بیت المال میں جمع کرا دیا۔ بقیہ زندگی اس شاہزادی نے انتہائی عسرت اور ناداری میں گزاری۔ مگر ہمیشہ صبر و شکر سے۔ کبھی شکوہ گلہ کا لفظ زبان سے ادا نہیں کیا۔ عمر بن عبدالعزیز کے بعد فاطمہ کا بھائی یزید بن عبدالملک خلیفہ بنا۔ اس نے ایک دن فاطمہ سے کہا کہ عمر نے تم پر ظلم کیا تمہارا زیور بیت المال میں جمع کرا دیا۔ میں تمہیں واپس کر دیتا ہوں۔ فاطمہ نے جواب دیا۔ نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا۔ زندگی میں میں جس کی فرماں بردار رہی اب مرنے کے بعد میں اس کی نافرمانی کروں۔ یزید نے دوسرے اعزہ اقربا کے زیورات واپس

کر دیئے۔ مگر فاطمہ نے ایک حبہ نہیں لیا۔

سلیمہ سلطان :

یہ شاہزادی سلطان غیاث الدین بلبن کی بیٹی اور سلطان شمس الدین التمش بادشاہ کی نواسی تھیں۔ اور سلطان ناصر الدین محمود بادشاہ ہندوستان کی بیوی تھی (۱۲۴۶-۱۲۶۵ء) سلطان ناصر الدین نہایت متقی پرہیزگار بادشاہ تھا۔ سرکاری خزانہ سے ایک پیسہ نہیں لیتا تھا۔ بلکہ قرآن مجید کی کتابت کرتا تھا۔ ٹوپیاں سی کر بیچتا تھا اور اپنی روزی کماتا تھا۔ اس لیے شہنشاہ ہندوستان کے گھر میں کوئی کنیز نہیں تھی۔ سارا کام بیگم خود ہی کرتی تھی۔ ایک دن روٹی پکاتے ہوئے بیگم کا ہاتھ جل گیا۔ بیگم نے سلطان سے ایک کنیز کا تقاضا کیا۔ سلطان نے جواب دیا۔ اے بیگم اگر آخرت میں راحت و آرام چاہتی ہو تو دنیا کی آزمائش پر اور مکروہاتِ زندگی پر صبر کرو۔ اس کے بعد سے پھر کبھی شاہزادی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائی۔ اور صبر و شکر کے ساتھ وقت گزار دیا۔

صاحبزادی احمدی بیگم :

ٹیپو سلطان کے خاندان کو انگریزوں نے کلکتہ میں نظر بند کر دیا تھا۔ اس خاندان کے ایک فرد صاحبزادہ مرزا نقی علی کی صاحبزادی احمدی بیگم تھیں۔ ان کی شادی علامہ سر عبداللہ المامون سہروردی سے ہوئی تھی۔ بچپن اور جوانی کی زندگی انتہائی عیش و آرام میں گزری تھی۔ نوکروں اور کنیزوں کی موجودگی میں کسی کام کو خود کرنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ مگر سسرال میں سارا ماحول بالکل مختلف تھا۔ سارا کام خود کرنا پڑا۔ یہاں انہوں نے خندہ پیشانی سے سارے کام سر انجام دیئے۔ پھر شوہر کا انتقال ہو گیا۔ والد کا بھی انتقال ہو گیا اور ملک تقسیم ہو گیا۔ سارا کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔ محلوں میں رہنے والی کو ڈھاکہ کے دو کمروں میں زندگی کے ایام بسر کرنے پڑے۔ مگر صبر و شکر کے ساتھ ساری زندگی گزاری۔ نہ شکوہ نہ شکایت الحمد للہ علی کل حال ان کا وطیرہ تھا۔

کردیئے۔ مگر فاطمہ نے ایک حبہ نہیں لیا۔

سلیمہ سلطان :

یہ شاہزادی سلطان غیاث الدین بلبن کی بیٹی اور سلطان شمس الدین التمش بادشاہ کی نواسی تھیں۔ اور سلطان ناصرالدین محمود بادشاہ ہندوستان کی بیوی تھی (۱۲۶۵-۱۲۴۶ء) سلطان ناصرالدین نہایت متقی پرہیزگار بادشاہ تھا۔ سرکاری خزانہ سے ایک پیسہ نہیں لیتا تھا۔ بلکہ قرآن مجید کی کتابت کرتا تھا۔ ٹوپیاں سی کر بیچتا تھا اور اپنی روزی کماتا تھا۔ اس لیے شہنشاہ ہندوستان کے گھر میں کوئی کنیز نہیں تھی۔ سارا کام بیگم خود ہی کرتی تھی۔ ایک دن روٹی پکاتے ہوتے بیگم کا ہاتھ جل گیا۔ بیگم نے سلطان سے ایک کنیز کا تقاضا کیا۔ سلطان نے جواب دیا۔ اے بیگم اگر آخرت میں راحت و آرام چاہتی ہو تو دنیا کی آزمائش پر اور مکروہاتِ زندگی پر صبر کرو۔ اس کے بعد سے پھر کبھی شاہزادی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائی۔ اور صبر و شکر کے ساتھ وقت گزار دیا۔

صاحبزادی احمدی بیگم :

ٹیپو سلطان کے خاندان کو انگریزوں نے کلکتہ میں نظر بند کر دیا تھا۔ اس خاندان کے ایک فرد صاحبزادہ مرزا نقی علی کی صاحبزادی احمدی بیگم تھیں۔ ان کی شادی علامہ سر عبداللہ المامون سہروردی سے ہوئی تھی۔ بچپن اور جوانی کی زندگی انتہائی عیش و آرام میں گزری تھی۔ نوکروں اور کنیزوں کی موجودگی میں کسی کام کو خود کرنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ مگر سسرال میں سارا ماحول بالکل مختلف تھا۔ سارا کام خود کرنا پڑا۔ یہاں انہوں نے خندہ پیشانی سے سارے کام سر انجام دیئے۔ پھر شوہر کا انتقال ہو گیا۔ والد کا بھی انتقال ہو گیا اور ملک تقسیم ہو گیا۔ سارا کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔ محلوں میں رہنے والی کو ڈھاکہ کے دو کمروں میں زندگی کے ایام بسر کرنے پڑے۔ مگر صبر و شکر کے ساتھ ساری زندگی گزاری۔ نہ شکوہ نہ شکایت الحمد للہ علی کل حال ان کا وطیرہ تھا۔

ایثار و قربانی کرنے والی خواتین

ایثار پسندی کا اعلیٰ نمونہ :

نواب عبدالطیف کلکتہ کی دو بیویاں تھیں ۔ دونوں صاحب اولاد تھیں ۔ نواب کو بڑھاپے میں خیال گزرا کہ بڑی اولاد کو تو میں نے لکھا پڑھا دیا اور تمام حقوق ادا کر دیئے ۔ البتہ چھوٹی اولاد کے حقوق ادا ہونے سے رہ گئے ۔ اس خیال سے وہ چاہتے تھے کہ جائیداد چھوٹی اولاد کو دیدوں۔ مگر بڑی بیوی کے رشتہ دار اس تجویز کے مخالف تھے ۔ لیکن بڑی بیوی نے شوہر کی محبت میں ایثار پسندی کا ثبوت دیا ۔ ایک دن انہوں نے اپنی اولاد کو بلایا اور ان سے کہا ۔ تمہارے باپ کا آخری وقت ہے اپنے باپ کی دعائیں لو اور جس طرح وہ کہتے ہیں وہ کرو ۔ سعادت مند بیٹے باپ کی خدمت میں گئے اور خوشی کے ساتھ اس وصیت نامہ پر دستخط کر دیئے جس میں ساری جائیداد چھوٹی اولاد کو دی گئی تھی اور بڑی اولاد کو محروم کر دیا گیا تھا ۔

واضح رہے کہ بڑا بیٹا نواب عبدالرحمان بیرسٹر تھا ۔ دوسرا بیٹا نواب عبدالسبحان ڈپٹی مجسٹریٹ تھا ۔ اپنی والدہ کے کہنے پر انہوں نے محرومی کی دستاویز پر دستخط کر دیئے بلکہ ساری زندگی اپنے سوتیلے بھائی بہنوں سے پیار و محبت کے تعلقات قائم کر رکھے ۔

شفقت و مہربانی کرنے والی خواتین

عصمت آرا بیگم :

یہ نواب عبد اللطیف خاں کلکتہ کی لڑکی تھیں۔ یہ خاتون بے حد رحمدل اور شفیق تھیں۔ کسی کا رنج و غم ان سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔ ہمسایہ کے گھر میں ایک لڑکی ننھی نام، دس بارہ سال عمر کی رہتی تھی۔ مار پیٹ سے ڈر کر ایک دن وہ شام کو ان کے گھر آگئی۔ آتے ہی اس نے عصمت بی بی کے پیر پکڑ لیے کہ مجھے بچاؤ۔ فوراً ہی گھر کی مالکہ نے اپنی دوسری مامائیں بھیج دیں کہ وہ ننھی کو پکڑ کر لائیں۔ ننھی ان کو دیکھ کر رو پڑی۔ عصمت بی بی نے ماماؤں سے کہا کہ بیگم سے میرا سلام کہنا اور کہنا اس وقت تو میں ننھی کو واپس نہیں کر سکتی۔ کل انشاء اللہ بات کریں گے۔ انہوں نے پھر ننھی کو اپنے گھر ہی رکھ لیا۔ اس کو بیٹی کی طرح پالا۔ پڑھایا لکھایا سدھایا اور پھر شادی کرائی۔ اصلی مالکہ کے مطالبے ہوتے رہے۔ جس کے مقابلہ میں عصمت بی بی نے بڑی دلیری کا مظاہرہ کیا۔

ہمایوں اختر بانو :

یہ مولوی عبید اللہ سہروردی کی لڑکی تھیں۔ بڑی محتاط اور ضابطہ عورت تھیں۔ نہ کسی کو بُرا کہنا نہ کسی سے بُرا سننا۔ انتہائی رقیق القلب اور شفیق دل خاتون تھیں۔ ہر کسی کی تکلیف دور کرنے کے لیے مقدور بھر کوشش کرتی تھیں۔ دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف خیال کرتی تھیں۔

عزت واحترام کی حامل خواتین

بعض خواتین علم وفضل اور تقویٰ اور ورع میں شہرت کی حامل ہوتی تھیں۔ ان کا معاشرہ میں بے حد احترام ہوتا تھا۔ آئمہ ومشائخ ان سے ملاقات کے لیے ان کے در پر آتے تھے۔

حفصہ بنت سیرین:

اِن کے متعلق ایاس بن معاویہ کا قول ہے۔

"میں نے کوئی بزرگ ایسا نہیں دیکھا جس کو میں حفصہ پر ترجیح دوں"۔

ریطہ بنت عبداللہ:

ریطہ کی بزرگی اور توقیر کا یہ حال تھا کہ بغداد کے جس قدر عباد اور زہاد تھے۔ وہ عابدہ زاہدہ ریطہ کی ملاقات کرنے اور زیارت کرنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

خدیجہ بنت شہاب الدین:

یہ مکہ کی رہنے والی خاتون تھیں۔ یہ اس قدر محترم تھیں کہ ان کے بھائی شیخ الاسلام قاضی کمال الدین اور قاضی نورالدین اپنی بہن کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ فاسی ان کے متعلق لکھتا ہے۔

یبالغان فی اکرامھا غایۃ المبالغہ ویتبرکان بدعائھا۔

دونوں بھائی اپنی بہن کی تعظیم میں حد درجہ مبالغہ کرتے تھے اور برکت حاصل کرنے کے لیے ان سے دعا کراتے تھے۔

نمازِ جنازہ میں ازدحام والی خواتین

ابنِ خلکان نے لکھا ہے اسلام میں کسی کی مقبولیت اور ہر دل عزیزی کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ جب اس کا جنازہ اٹھتا ہے اور جمِ غفیر جنازہ کے ہمراہ ہوتا ہے۔

فاطمہ بنت نصر محدثہ بغدادیہ :

جب ان کا جنازہ گھر سے روانہ ہوا تو کثیر ہجوم جنازہ کے ساتھ تھا۔ بازار، سڑکیں سب بند ہوگئی تھیں۔ علماء اعیان حکومت اور عوام الناس سبھی جنازہ میں شریک تھے۔

فخر النساء شہدہ بغدادیہ :

اس مشہور و معروف محدثہ کا جب انتقال ہوا تو ان کے جنازہ کی نماز جامعہ القصر بغداد میں ادا کی گئی۔ مجمع اس قدر زیادہ تھا کہ مقصورہ[1] کی جالیاں اٹھانا پڑیں۔ امام ابن جوزی کا بیان ہے کہ علماء فضلاء اعیان سلطنت اور عوام الناس نے کثرت سے اس جنازہ میں شرکت کی۔

---

[1] مقصورہ وہ بند حصہ جس میں گھس کر خلیفہ نماز پڑھتا تھا۔

ضمیمہ۔

خواتین اور جنگی تعلیم

اللہ اکبر! زمانہ کے انقلابات کو کون جانتا ہے، ۱۹۰۸ء میں آج سے پینتالیس برس پہلے جب اس سلسلہ مضمون کو میں نے لکھا تھا، تو میرے حاشیۂ گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ میری ہی زندگی میں اور میرے ہی ملک میں خواتین اسلام کو اپنی موروثی اور تاریخی بہادری و شجاعت کے اظہار کا موقع ملے گا لیکن ۱۹۴۷ء کی تقسیم ہند کے آگے اور پیچھے زمانہ میں ایسے خونیں اور ہولناک مناظر دیکھنے اور سننے میں آئے جن میں بعض بہادر خاتونان اسلام کو اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کی خاطر جسمانی و اخلاقی شجاعت کے دکھانے کے مواقع ملے، لیکن میں ان کی تفصیلات سے گریز کرتا ہوں کہ مندمل زخموں کو پھر سے چھیڑ کر ہرا کرنا فتنہ کو ہوا دینا ہے۔

پاکستان بننے کے بعد بہار اور مشرقی پنجاب کے اُن واقعات نے جن کی شرمناکی کے تصور سے دل کانپتا ہے، پاکستانی خواتین میں حفاظت خود اختیاری کی خاطر جنگی مشق و تربیت اور اسلحہ کے استعمال کی تحریک پیدا ہوئی اور باقاعدہ زنانہ کوریں قائم ہوئیں اور مختلف نمائشی موقعوں پہ انھوں نے پیش ہو کر داد و تحسین بھی حاصل کی۔

لیکن زمانہ میں آزادی کی ہوا جس بے اعتدالی کے ساتھ چل رہی ہے، اس سے ڈر لگتا ہے کہ جس ننگ و ناموس کی حفاظت کی خاطر یہ تحریک چلائی جا رہی

ہے ایسا نہ ہو کہ بے اعتدالی کے ہاتھوں خدانخواستہ وہی شیشہ چُور چُور ہو جائے
اسی اثنا میں مجھے بعض صالح اور نیک دل فوجی افسروں سے ملنے کا اتفاق
ہوا تو ان کے بیان اور شہادت سے میرے شبہوں میں قوت پیدا ہوئی۔ اس
لیے اخلاص کا تقاضا ہے کہ ملّت کو اس کے انجام اور عواقب سے ہشیار کیا
جائے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہماری خواتین ملّت کا حصّہ ہیں۔ اور ضرور ہے
کہ تعمیرِ ملت کے کاموں میں ان کی استعدادوں سے بھی فائدہ اٹھایا جائے۔
جیسا کہ گزشتہ ایام میں تاریخ نے ان کے کارناموں کو محفوظ رکھ کر پیش کیا ہے۔
واقعات اور حادثات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہنگامی اور اضطراری جس میں
ہمارے ارادہ کو کوئی دخل نہ ہو، جیسا کہ بہار، دہلی اور مشرقی پنجاب میں پیش آیا۔
یہ احوال قانون کی حد سے باہر ہیں، ایسے مواقع پر جیسے حالات مجبور کریں ان
کے مطابق کام کریں۔ پردہ اور بے پردہ کی بحث فضول ہے، پھر جس طرح بھی
ممکن ہو وہ اپنی اور ملّت کی حفاظت ہمت اور عزیمت کے ساتھ نتائج سے
بے خبر ہو کر کریں۔ ایسی حالت میں زندہ رہنے کی خاطر ناموس کی بربادی پر جبریا
زہر کھا کر یا کنویں اور تالاب میں ڈوب کر جان دینے کے جواز کا فتویٰ خواتینِ اسلام
کے چہرہ کا داغ ہے، ان کو اپنی حفاظت کے لیے خنجر بکف اور شمشیر بدست ہو کر
لڑنا چاہیئے اور نتیجہ سے بے پروا ہونا چاہیئے۔

دوسری صورت ارادی واقعات کی ہے، مردوں کے لیے دوش بدوش
ہو کر لڑنا یا مرد لشکروں کی شکست یا نصف کی حالت میں ان کی امداد کے لیے
تیار ہو جانا ہے، عہدِ سلف کی خواتین کے کارناموں سے ظاہر ہے اور ایسی
حالت میں پردہ کے حدود شرعی ضرورت کے تقاضے کے مطابق مجبورانہ گھٹ

جائیں، چہرہ کھل جائے، پنڈلی کھل جائے یا بازو کھل جائے۔ سر برہنہ ہو جائے تو اس کی کوئی پروا نہ کی جائے گی۔

لیکن اگر خواتین کی مدد بیماروں کی تیمارداری اور زخمیوں کی مرہم پٹی اور دوسرے غیر جنگی امور کے انتظام، مثلاً کھانے پینے کا انتظام اور سامان کی فراہمی کے موقع پر ضرورت ہے کہ یقیناً اقتضا ہو پردہ کے حدود میں کمی ہو جا سکتی ہے۔

مگر جو چیز اہمیت کی ہے وہ زنانہ ملیشیا زنانہ فوجوں کی تعلیم و تربیت کا مسئلہ ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے نگران کار اور ارباب اقتدار اس کی اہمیت کو سمجھیں اور کڑی نگرانی رکھیں کہ مردانہ جنگی طاقت کے حصول کی امید پر قوم کی اخلاقی قوت ضائع نہ ہو جائے اور تیر و تفنگ کا معرکہ چشم و ابرو کے زخمیوں اور زلف و گیسو کے قیدیوں کا میدان نہ بن جائے۔

اس کے لیے اصلاحی اسکیمیں حسب ذیل ذہن میں آتی ہیں۔

۱۔ زنانہ فوج میں غیر متعلق عورتوں کے بجائے خود فوجی افسروں کی بیویوں اور بیٹیوں کو ان کے شوہروں اور محرم مردوں کے ذریعہ تعلیم دلائی جائے۔

۲۔ یہ عورتیں تعلیم پا کر دوسری عورتوں کو تعلیم دیں۔

۳۔ زنانہ فوج کی پوشاک پردہ پوش ہونی چاہیئے، سر کے بال کسی رومال یا مندیل سے باندھے جائیں۔ سینہ پر کپڑا اڈھیلا رہے، یا خمار کی بندش اس طرح کی جائے جو پردہ پوش ہو۔

۴۔ لباس تمام تر سادہ اور بے زینت و آرائش کا ہو۔

۵۔ زینت و تکلفات کے لباس سے بری ہوں۔

۶۔ غیر مردوں سے امتزاج و اختلاط کلیۃً ممنوع ہو (احوال جنگ کا معاملہ دوسرا ہے)

۷۔ ریا اور نمائش کے مردانہ جلسوں اور جلوسوں میں ان کو پیش نہ کیا جائے۔

۸۔ سب سے بڑی چیز تو نوجوان مردوں اور عورتوں کو آنکھوں کی شرم اور دلوں کی پاکیزگی کا خیال و لحاظ ہے۔

۹۔ عورتوں کو مردوں سے باتیں کرنے میں ناز و نخرہ کے اظہار کے بجائے وقار و تمکنت اور قوت و طاقت کا اظہار کرنا چاہیئے تا کہ کسی کو مجال نہ ہو کہ ان کی نسبت غیر اخلاقی تصوّر دہ کر سکے۔

۱۰۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ برائی کا آغاز گو مردوں کی جانب سے ہوتا ہے مگر اس کی ہمّت افزائی ہمیشہ عورتوں کی طرف سے ہوتی ہے، آخر یہ پانی سر سے گذر جاتا ہے، اس لیے ہماری عورتوں کے تیور میں قوت ہو، انداز میں وقار ہو، گفتگو میں متانت اور پوری سنجیدگی ہو۔

آج کل اس کے بجائے عورتوں کو مردوں سے باتیں کرنے میں مسکراہٹ اور شان تبسم اور بے حجابی کو اٹیکیٹ سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ طمع نفس کی اول منزل اور ہوا و ہوس کی پرورش کے لیے پہلی مناسب فضا ہے۔ اور یہیں سے فساد کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں۔

ان واقعات میں جو آگے آتے ہیں اگر کوئی واقعہ ایسا ہے جو حدود شرع سے خارج ہے تو اس سے جواز پر استدلال درست نہ ہوگا، اتباع کے قابل صرف عہدِ رسالت اور عہدِ خلافت کے واقعات ہیں، باقی تاریخ کے اجزاء ہیں اور بس۔

سیّد سلیمان ندوی

۱۴ جنوری ۱۹۵۲ء

مآخذ

۱۔ بنات الاسلام کی دینی و علمی خدمات ۔ مولانا قاضی اطہر مبارکپوری ۔ دائرہ علمیہ مبارک پور ۔ اعظم گڑھ ۔ یو۔پی ۔

۲۔ شرف النساء ۔ اوّل و دوئم ۔ عنایت عارف ۔ مکتبہ علمیہ لاہور ۔

۳۔ تذکرہ جمیل ۔ محمد عبدالرزاق سمبل ۔ حیدرآباد دکن ۱۹۲۹ء

۴۔ مسلم خواتین کی تعلیم ۔ محمد امین زبیری ۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ۔ ناظم آباد ۔ کراچی ۔ ۱۹۵۶ء

۵۔ نیک بیبیاں ۔ ڈاکٹر شائستہ اکرام اللہ سہروردی ۔ راشد الخیری اکیڈمی ۔ کراچی ۔ ۱۹۷۵ء

۶۔ خواتین اور دین کی خدمت ۔ از سید ابوالحسن علی ندوی ۔ مجلس نشریات ۔ کراچی ۱۹۸۳ء

۷۔ خواتین اسلام کی بہادری سید سلیمان ندوی ۔ مکتبہ اشرف کراچی ۱۹۵۴ء ۔

۸۔ خواتین اور اسلام متین طارق ۔ اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۶ء ۔

مطبوعات ادارہ تعلیمی تحقیق

نمبر	کتاب	مصنف	قیمت
۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم	نعیم صدیقی	۵-۰۰
۲	احیائے اسلام اور معلم	خرم مراد	۶-۰۰
۳	اسلام کا نظریۂ تعلیم	پروفیسر خورشید احمد	۴-۰۰
۴	نظامِ تعلیم کی اسلامی تشکیلِ جدید	مجموعہ تقاریر	۶-۰۰
۵	مغربی فلسفۂ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ	پروفیسر سید محمد سلیم	۲۴-۰۰
۶	مسلمان اور مغربی تعلیم	"	۲۷-۰۰
۷	مشنری تعلیمی اداروں کا تنقیدی مطالعہ	"	۴-۰۰
۸	تعلیمی انحطاط کے اسباب	"	۴-۵۰
۹	سورۂ فاتحہ - نظامِ تعلیم کی اساس	پروفیسر سید محمد سلیم	۲-۵۰
۱۰	آغازِ اسلام میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم	"	۱۰-۰۰
۱۱	مسلمان خواتین کی دینی و علمی خدمات	"	۱۵-۰۰
۱۲	رسالہ دانشمندی (طریقِ تدریس)	"	۳-۰۰
۱۳	دینی مدارس کی روایات اور نصاب کی خصوصیات	"	۹-۰۰
۱۴	مسلمان مثالی اساتذہ۔ مثالی طلبہ	"	۳۵-۰۰
۱۵	تاریخ نظریۂ پاکستان (باضافہ جدیدہ)	"	۶۰-۰۰
۱۶	حاکمیتِ اللہ کا نفاذ شرفِ انسانیت کا تحفظ ہے۔	"	۵-۰۰
۱۷	قومیت اور وطنیت	"	۷-۰۰
۱۸	ابتدائی تعلیم کا نصاب	"	۸-۰۰
۱۹	چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت	"	۶-۰۰
۲۰	اسلام کا نظامِ تعلیم، بنیادی افکار و تصورات	"	۳۶-۰۰
۲۱	مغربی نظامِ تعلیم، تنقید و تبصرہ	"	۲۵-۰۰